Www.UrduFanz.Com
جعلی آدمی

شوکی سیریز ۳

جعلی آدمی

اشتیاق احمد

نام ناول ____ جعلی آدمی
طابع ____ اشتیاق احمد
کتابت ____ سعید تاجدار
سرورق ____ محمد مقصود عنید
قانونی مشیر ____ شمیم احمد ایڈووکیٹ
مطبع ____ افضل شریف پرنٹرز
قیمت ____ دس روپے

اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد — مسلم پورہ — ساندہ کلاں — لاہور
فون نمبر: 321537

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی مرے اور یہ گواہی دیتا ہوں، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، دل سے یقین کے ساتھ، تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۱۹۸، حدیث نمبر ۹۸

السلام علیکم ! مجھ سے کئی بار یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے ناولوں میں سے کون سا ناول سب سے زیادہ پسند ہے ؟ لیکن میں اس سوال کا کبھی کوئی حتمی جواب نہ دے سکا اور اس سوال کا کوئی جواب ہو بھی نہیں سکتا ، کیونکہ اگر ہم کسی باپ سے یہ پوچھیں کہ اسے اپنے بچوں میں سے کس بچے سے زیادہ محبت ہے ؟ تو وہ کوئی جواب نہیں دے سکے گا ! تاہم یہ ناول لکھتے وقت مجھے محسوس ہوا ، یہ ناول مجھے بہت اچھا لگا ہے ، لیکن ہو سکتا ہے ، میرا خیال غلط ہو — یوں بھی میرے خیال کو اہمیت بھی کیا ہے — پسند اور ناپسند تو آپ نے کرنا ہے — شکریہ !

میرا مطلب ہے

آفتاب ہم تینوں کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ذلزلے کے آثار طاری تھے۔ آنکھوں میں التجا تھی — ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ہم نے دفتر کا دروازہ کھولا تھا۔ کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ آفتاب اٹھ کھڑا ہوا۔

"خیر تو ہے آفتاب ، تمہیں کیا ہوا ؟"

"میں ایک درخواست آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔" آفتاب نے مسمسی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"درخواست ، کیسی درخواست ؟ کیا تمہاری تنخواہ کم ہے ، لیکن نہیں تنخواہ کا یہاں کیا سوال ، ہم تو ادارے سے تنخواہ لیتے ہی نہیں ، پھر ضرور تمہیں چھٹی کی ضرورت ہوگی — ارے ، لیکن ہمارے بغیر چل تم کہاں جاؤ گے — یہ بات بھی نہیں ہو سکتی — میرا خیال ہے ، ہم قطعاً کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے کہ تم کس قسم کی درخواست پیش کرنا چاہتے ہو ، کیوں کالے خان ، ساقی ۔" میں نے ان دونوں کی طرف دیکھتے

ہو کے کہا۔

"ہاں بھائی جان، آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔"

"تو پھر مجھے ہی وضاحت کی اجازت دے دیں نا!" آفتاب نے بھیک مانگنے کے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے، ہماری طرف سے تمہیں کھلی اجازت ہے۔ جلدی بتاؤ، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں اکڑ کر بولا۔

"عرض کرتا ہوں، آپ اس ادارے کے انچارج ہیں، یعنی سب سے بڑے جاسوس ہیں۔ ساقی اور کالے خان آپ کے نائب ہیں اور میں کیشیئر۔ لیکن جب بھی کوئی گاہک آتا ہے تو اس کے لیے چائے لینے میں جاتا ہوں۔ گاہک کا تعاقب کرنے کے لیے بھی میں ہی جاتا ہوں۔ آخر آپ کے یہ دونوں نائب کیا کرتے ہیں؟"

یہاں تک کہہ کر آفتاب خاموش ہو گیا۔ ہم تینوں چپ رہ گئے، اشفاق اور اخلاق نے آفتاب کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ میں بے بسی کے انداز میں مسکرا کر رہ گیا۔ آخر آفتاب ہی دوبارہ بولا:

"آپ تینوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"اس لیے کہ ابھی تم نے صرف شکایت بیان کی ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ وہ درخواست کیا ہے، جو تم پیش کرنا چاہتے ہو۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے، اب میں اصل طرف آتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں، مجھے نائب کا درجہ دیا جائے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو میری جگہ دی جائے۔"

"کیوں بھئی، تم دونوں کیا کہتے ہو؟"

"کم از کم میں چائے لانے کے لیے تو جایا نہیں کروں گا۔ ہاں تعاقب وعاقب کا کام میں بخوبی کر سکتا ہوں۔" اشفاق احمد بولا۔

"بالکل یہی بات میں بھی کہتا ہوں۔" اخلاق نے فوراً کہا۔

"تب پھر چائے میں لایا کروں گا۔ اس کے سوا اور کیا صورت رہ جاتی ہے۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"لیکن آپ تو گاہک سے بات چیت کرتے ہیں۔ بھلا آپ بات چیت درمیان میں چھوڑ کر کس طرح چائے لینے جا سکتے ہیں۔" آفتاب نے اعتراض کیا۔

"پھر، میں کیا کروں، کیا کر سکتا ہوں۔ تم تینوں یہ کام نہیں کر سکتے۔"

"اس کا حل میرے پاس ہے، ادارے کے پاس اب اللہ کی مہربانی سے اچھا بھلا اکاؤنٹ ہے۔ کیوں نہ ہم ایک چھوٹا موٹا چپڑاسی رکھ لیں۔" آفتاب نے تجویز پیش کی۔

"چھوٹا موٹا چپڑاسی۔ یہ چپڑاسیوں کی کون سی قسم ہے؟" میں حیران رہ گیا۔

"مم، میرا مطلب تھا، کوئی لڑکا، جسے تنخواہ بھی کم دینا پڑے گی"

"خیر یوں ہی سہی ــ مجھے کوئی اعتراض نہیں اور مجھے امید ہے کہ اخلاق اور اشفاق کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس طرح ہم چاروں ہی چائے لانے سے بچ جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم لڑکا کہاں سے لائیں؟"

"یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں، بلکہ آپ اجازت دیں تو میں ابھی لڑکا پیدا کر سکتا ہوں"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" اشفاق بوکھلا گیا۔

"مم، میرا مطلب ہے، حاضر کر سکتا ہوں"

"اجازت ہے۔ جب جی چاہے، لڑکا لے آنا" میں نے کہا۔

آفتاب نے کسی بادشاہ کے انداز میں تالی بجائی اور پھر بولا:

"چلو بھئی ارشد، اندر آ جاؤ"

"ہائیں ہائیں، یہ کیا؟" میں نے حیران ہو کر کہا، اسی وقت ایک لڑکا سڑک والے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ وہ قدرے شرما رہا تھا اور گھبرایا ہوا بھی تھا ــ عمر میں ہم سے دو چار سال ہی چھوٹا ہوگا، گویا آفتاب جتنا نظر آتا تھا۔

"یہ میرا کلاس فیلو ہے۔ اس کا باپ وفات پا چکا ہے ــ ماں بوڑھی اور کمزور ہے۔ دو وقت کی روٹی انہیں مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ ان حالات میں تعلیم جاری رکھنا اس کے بس کا روگ نہیں،

لیکن اگر ہم اسے اپنے ادارے کا چپڑاسی رکھ لیں تو یہ نہ صرف تعلیم جاری رکھ سکے گا، بلکہ گھر کے اخراجات بھی چلائے گا"

"تو تم پہلے ہی تیاری مکمل کر چکے تھے؟" میں نے آفتاب کو گھورا۔

"جج، جی ہاں بھائی"

"اور تم نے ارشد کو دروازے سے باہر دیوار سے لگ کر کھڑے رہنے کی ہدایت دی تھی" اشفاق نے بھی تیز لہجے میں کہا۔

"جی، جی ہاں بھائی جان"

"اور اسی لیے تم نے یہ درخواست پیش کی تھی" اخلاق نے بھی پر زور لہجے میں کہا۔

"جج، جی ہاں ــ ورنہ ادارے کے لیے چائے لانا مجھے قطعاً برا نہیں لگتا"

"تو پھر تم نے یہ بہت ہی اچھا کام کیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بلکہ بہت ہی نیکی کا کام اور ہم بہت خوش ہوئے ہیں" اشفاق بھی زوردار انداز میں مسکرایا۔

"دوسروں کی ہمدردی کے بغیر تو ہمارا ایمان کامل ہی نہیں، تم نے واقعی ایک شاندار کام کیا ہے" اخلاق بولا۔

"آپ تینوں کا شکریہ" آفتاب شرم سے سرخ ہو گیا۔

"آج سے تم میرے نائب ہو، ارشد اس ادارے کا چپراسی۔ ہم اسے فی الحال ڈیڑھ سو روپے ماہوار تنخواہ دیں گے۔ کیوں بھئی، یہ تنخواہ تمہیں منظور ہے؟" میں نے ارشد کی طرف دیکھا۔

"جی بالکل۔" اس نے پہلی مرتبہ زبان ہلائی۔

"آفتاب، اب تمہارے پاس دو عہدے ہو گئے۔ تم میرے نائب بھی ہو اور ادارے کے کیشیئر بھی۔"

"مجھے دونوں عہدے قبول ہیں، آپ فکر نہ کریں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"اور اب ہم آتے ہیں کیس کی طرف۔ کئی دن سے ہمارے پاس کوئی کیس آ کر نہیں پھٹکا۔ آخر ہم کیس کس طرح حاصل کریں۔ ارشد، تم کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ۔ ارے مگر، یہ بیٹھے گا کہاں۔ پہلے تو اس کے لیے ایک عدد کرسی یا سٹول کا بندوبست ہونا چاہیے۔ خیر، فی الحال تم اس میز پر بیٹھ جاؤ، جس پر ہم چائے کی ٹرے رکھتے ہیں، لیکن ذرا آرام سے بیٹھنا، پورا زور اس پر نہ ڈال دینا، کیوں کہ یہ میز ہماری امی جان کے جہیز کے صندوق سے بنائی گئی ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ کیس......"

ابھی میرے منہ سے کیس کا لفظ نکلا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ہم اچھل پڑے۔ چند سیکنڈ تک تو فون کو بے یقینی کے عالم میں گھورتے رہے، پھر گھنٹی بجتی ہی چلی گئی تو میں نے ڈرتے ڈرتے

ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"یہ ضرور غلط فون ہوگا۔ غلطی سے ہمارے نمبر مل گئے ہوں گے۔" اشفاق نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں، کیونکہ ہم نے تو اپنے نمبر صرف تین آدمیوں کو بتا رکھے ہیں، ڈی جی انوار عالم صاحب، جج تدبیر قدوائی صاحب اور وکیل اکبر راٹھور صاحب۔" اشفاق کہتے کہتے رک گیا۔ اسی وقت میں نے فون میں کسی کو کہتے سنا تھا:

"ہیلو، کیا یہ شوکی اینڈ کو کا دفتر ہے؟"

"جی ہاں، اس دفتر کا نام بالکل یہی ہے۔" میں نے گڑبڑا کر کہا۔

"یہ کیا جملہ بولا آپ نے؟" آفتاب نے دبی آواز میں برا سا منہ بناتے ہوئے کہا، لیکن میں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور فون کی طرف متوجہ رہا۔ ادھر سے کوئی کہہ رہا تھا:

"میں اس وقت اکبر راٹھور صاحب کے دفتر سے بول رہا ہوں۔ انہوں نے ہی مجھے آپ کا نمبر دیا ہے۔ وہ اس وقت اپنے ایک موکل سے بات کر رہے ہیں، بہرحال ان کا خیال ہے کہ آپ لوگ میری مدد کر سکتے ہیں۔"

"اگر یہ خیال ان کا ہے، تب تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"تو پھر، آپ لوگ یہاں آنا پسند کریں گے، یا میں آپ کے دفتر

آجاؤں " دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جیسے آپ مناسب سمجھیں"

"ٹھہریے، میں اکبر داطھور صاحب سے مشورہ کر لوں" دوسری طرف سے کہا گیا اور ریسیور میز پر رکھنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے ان کی طرف دیکھا اور پر جوش لہجے میں کہا :

"شاید ہمیں ایک عدد کیس ملنے والا ہے۔ اکبر داطھور نے اپنے کسی مؤکل کو ہمارے بارے میں بتایا ہے"

"ویری گڈ، یہ ہوئی نا بات" آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"ارشد، تم جلدی جلدی دفتر کی ہر چیز ترتیب سے رکھ دو اور کسی جگہ صفائی کی ضرورت محسوس ہو تو وہاں صفائی بھی کر دو۔ تم مہمان کے آتے ہی چائے لینے چلے جاؤ گے۔ چائے کی دکان سامنے ہی ہے" میں نے جلدی جلدی کہا۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز سنائی دی :

"ہیلو، میں نے اکبر داطھور صاحب سے بات کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم آپ کے دفتر ہی آ کر بات کریں گے"

"ہم سے آپ کی کیا مراد، کیا آپ دو ہیں یا آپ بہت ہیں" کہتے کہتے رک گیا۔ کہنے یہ لگا تھا کہ یا آپ بہت موٹے ہیں۔

"نہیں، میرے ساتھ اکبر داطھور صاحب بھی آئیں گے"

"بہت بہتر، ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں"

"بہت بہت شکریہ" دوسری طرف سے کہا گیا اور ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے انہیں بتایا۔

"لو بھئی، ہمارے گاہک کے ساتھ اکبر داطھور صاحب بھی آ رہے ہیں۔ معاملہ ضرور خاص نوعیت کا ہے"

"لیکن ہمیں تو فائدہ اسی وقت ہے، جب معاملہ خاص آمدنی کا بھی ہو"

"اکبر داطھور اگر کسی کو ہمارے پاس لا رہے ہیں تو آمدنی کے مواقع ضرور ملیں گے" میں نے منہ بنایا۔

"مجھے پہلے ہی بتا دیں۔ کیا گاہک کا تعاقب کرنا ہے؟" آفتاب نے پوچھا۔

"ہاں، پوری بات سننے کے بعد تم دفتر سے نکل جانا اور انتظار کرنا" میں نے اسے ہدایت دی۔

"مہربانی فرما کر جائی جان، کیس کا معاوضہ اتنا کم نہ لیا کریں۔ ہمیں اپنے ادارے کی حالت بھی بہتر بنانا ہے" آفتاب بولا۔

"ادارے کی حالت بہتر بنانے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم اپنی روزی کما لیں" میں نے برا سا منہ بنایا۔

"شاباش شوکی" اندرونی دروازے کی طرف سے آواز آئی اور ہم بدک کر کھڑے ہو گئے۔ دروازے میں ابا جان کھڑے تھے۔ ان کی نظر ارشد پر پڑی تو بولے :

"اور یہ لڑکا کون ہے؟"

"ہمارا چپراسی — آج ہی ہم نے اسے ملازم رکھا ہے۔ اس کے والد وفات پا چکے ہیں۔ والدہ بوڑھی اور کمزور ہیں۔ گزر بسر مشکل سے ہوتی ہے، لہٰذا ہم نے اسے چپراسی رکھ لیا ہے — دراصل یہ آفتاب کا کلاس فیلو بھی ہے۔"

"یہ کام کیا ہے تم نے — جی خوش کر دیا اور دیکھو تو اِدھر تم نے کسی کی مدد کی، اُدھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کیس کا بندوبست کر دیا۔"

"جی ہاں، یہ بات تو ہے — آپ تشریف رکھیے نا۔" میں بولا۔

"نہیں بھئی، میں تو بس ایک نظر دفتر دیکھنے آ گیا تھا۔ ابھی تو باقی ماندہ اخبار بھی پڑھنا ہے — تم اپنے نئے موکل سے نمٹو۔" یہ کہتے ہوئے وہ مڑ گئے —

پندرہ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک ٹیکسی شوکی اینڈ کو کے دروازے پر آ کر رکی — پہلے اکبر راٹھور اترے، پھر ایک موٹا تازہ سرخ و سفید رنگ کا آدمی ٹیکسی سے اترا۔

"السلام علیکم" انہوں نے اندر داخل ہوتے ہوئے ایک سا[illegible] کہا۔

"وعلیکم السلام" ہم پانچوں بھی ایک ساتھ بولے اور پھر ارش[illegible] باہر نکل گیا —

"یہ سیٹھ امداد شاہ ہیں — میرے موکل بھی رہ چکے ہیں۔" اکبر راٹھور نے تعارف کرایا —

"گویا اب موکل نہیں ہیں؟"

"میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں اب بھی ان کا موکل ہوں، لیکن راٹھور صاحب کا کہنا یہ ہے کہ اب میں ان کا موکل نہیں رہا۔" سیٹھ امداد شاہ بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی جناب!" میں نے حیران ہو کر اکبر راٹھور کو دیکھا —

"ٹھہریے، پہلے تعارف مکمل ہو جائے — اس کے بعد ہم اصل بات بتائیں گے۔ ہاں تو سیٹھ صاحب، یہ مسٹر شوکی ہیں، اس ادارے کے انچارج، اور یہ ان کے نائب ہیں — اشفاق احمد اور اخلاق احمد۔ یہ رہے ان کے تیسرے ساتھی ادارے کے کیشیر —"

"اور نائب" آفتاب جلدی سے بولا۔ اکبر راٹھور نے حیران ہو کر آفتاب کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اب یہ تینوں میرے نائب ہیں؛ البتہ آفتاب نائب ہونے کے ساتھ کیشیر بھی ہے۔"

"خیر خیر! یہ تو تھا تعارف — اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ پندرہ دن پہلے تک سیٹھ امداد شاہ میرے موکل تھے۔"

"میں اب بھی آپ کا موکل ہوں جناب" سیٹھ امداد شاہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"ایک منٹ جناب، پہلے بات پوری ہونے دیں" اکبر راٹھور ہاتھ اٹھا کر بولا، پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ آفتاب اب صندوق کی میز پر بیٹھا تھا۔ جب کہ اخلاق اشفاق کی کرسی کے بازو پر ٹکا ہوا تھا۔ اکبر راٹھور اور سیٹھ امداد شاہ کے لیے دو کرسیاں خالی کرنا پڑی تھیں اور اس وقت ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان لوگوں کے رخصت ہونے کے بعد پہلے دو تین کرسیاں اور خرید کر لائیں گے۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ پندرہ دن پہلے تک سیٹھ امداد شاہ میرے موکل تھے۔ میں ان کی ساری جائیداد کا منتظم تھا۔ انہوں نے اپنا تحریری وصیت نامہ مجھے دے رکھا تھا اور اس وصیت میں درج تھا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی جائیداد تین برابر حصوں میں تقسیم کی جائے۔ تینوں حصے ان کے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کو دیے جائیں۔ صابن کے کارخانے کا مالک بڑا بیٹا اور آئس فیکٹری بیٹی کے نام کر دی جائے۔ اس کے ساتھ ہی وصیت کے الفاظ یہ ہیں کہ ان کی وفات کے بعد گھر کے ملازموں کو ہرگز برطرف نہ کیا جائے، ان کی تنخواہ میں برابر اضافہ کیا جاتا رہے۔ کیونکہ یہ ملازم بچپن سے ان کے پاس رہتے چلے آ رہے ہیں۔ فلاحی اداروں اور دو مساجد کی تعمیر کے لیے انہوں نے پہلے ہی رقم میرے پاس امانت رکھوا دی تھی۔ جس کے بارے میں وصیت نامے

میں ہدایت درج ہے کہ ان کی وفات کے بعد مساجد کی تعمیر شروع کر دی جائے اور فلاحی اداروں کو درج شدہ رقم ادا کر دی جائے۔ یہ کل تفصیل ہے۔ مسجدوں کے لیے زمین یہ پہلے ہی خرید چکے ہیں۔ اس کے کاغذات بھی میرے پاس ہیں" یہاں تک کہہ کر اکبر راٹھور خاموش ہو گئے۔ ہم ان کا منہ تکنے لگے، کیونکہ ہم ابھی تک یہ نہیں سمجھ پائے تھے کہ دونوں حضرات آخر ہمارے پاس کیوں آئے ہیں اور یہ ہم سے کیا خدمت لینا چاہتے ہیں۔ ہمارے چہروں پر یہ سوال پڑھ کر اکبر راٹھور نے پھر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

لیکن اسی وقت ایک نوجوان افراتفری کے عالم میں دفتر میں داخل ہوا اور پھر جونہی اس کی نظر سیٹھ امداد شاہ پر پڑی، اس کا رنگ فق ہو گیا، پھر وہ تیورا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ہم سب بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔ سیٹھ امداد شاہ نے جو اس نوجوان کے چہرے کو دیکھا تو چیخ کر بولا:

"میرا بیٹا"۔

پھر وہ بے تحاشہ انداز میں اس کی طرف لپکا اور اس کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔ ہماری حیرت کا کیا پوچھنا، ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس وقت تک اکیلا اکبر راٹھور ہی اس نوجوان کا چہرہ دیکھ چکے تھے۔ ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا:

"اوہ! یہ — یہ تو سیٹھ امداد شاہ کے بڑے بیٹے حامد شاہ ہیں —
حیرت ہے، یہ یہاں کیسے پہنچ گئے؟" اکبر راٹھور کے منہ سے نکلا۔

"شاید کسی نے اسے بتا دیا کہ میں آپ کے پاس آیا تھا اور اب
شوکی اینڈ کو کے دفتر میں موجود ہوں، چنانچہ یہ مجھے دیکھنے چلا آیا"
سیٹھ امداد شاہ نے پریشان لہجے میں کہا۔

"آخر چکر کیا ہے جناب، کچھ ہمیں بھی تو معلوم ہو؟" میں نے
بے تاب ہو کر کہا۔

"ہاں بھئی، لیکن نہیں — سب سے پہلے تو ہمیں حامد صاحب کو ہوش
میں لانا چاہیے۔ تھوڑا سا پانی تو منگائیں"

اسی وقت ارشد چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا اور اندر
کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"ذرا جلدی سے ایک گلاس میں پانی لے آؤ، اندر سے"

"جی بہتر" اس نے کہا اور اندرونی دروازہ کھولتا ہوا اندر چلا
گیا۔ جلد ہی پانی لے کر لوٹا۔ نوجوان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے
گئے، تب کہیں جا کر اس نے آنکھیں کھولیں — آنکھیں کھولتے ہی اس
کی نظریں اپنے باپ کے چہرے پر پڑیں، اس نے ایک چیخ ماری
پھر بے ہوش ہو گیا۔

ہم نے بوکھلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اس کے چہرے
پر پانی کے چھینٹے مارے۔ یہاں تک کہ وہ دوسری بار ہوش میں آ گیا۔ اس

بار اس نے بے ہوش ہونے کی کوشش نہیں کی، یا پھر خود کو بے
ہوش ہونے سے اس نے بال بال بچا لیا اور تھر تھر کانپتی آواز میں بولا:

"میرے خدا، یہ کیسے ہو سکتا ہے — یہ — یہ نہیں ہو سکتا۔ میں
ضرور کوئی خواب دیکھ رہا ہوں"

"جناب، ہوش میں آئیے۔ آپ کوئی خواب نہیں دیکھ رہے۔ آپ
اس وقت ہوش و حواس کی دنیا میں ہیں — آخر آپ یہ بات کیوں کہہ
رہے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے — یہ نہیں ہو سکتا" اشفاق احمد نے
گڑبڑا کر کہا۔

اکبر راٹھور اور امداد شاہ نے حامد شاہ کو سہارا دے کر اٹھایا
اور ایک کرسی میں بٹھا دیا — اب اشفاق کو بھی اٹھنا پڑا۔

حیرت کا ایک عالم ہمارے کمرے میں طاری تھا۔ اکبر راٹھور اور
سیٹھ امداد شاہ نوجوان کی آمد کی وجہ سے بوکھلا سے گئے تھے۔

"اب ہم اطمینان سے بات نہیں کر سکیں گے — مسٹر راٹھور، کیا
یہ ممکن نہیں ہوگا کہ آپ میرے بیٹے کو گھر پہنچا آئیں اور پھر ہم
اطمینان سے یہاں بات چیت کریں"

"میرا خیال ہے، یہ بہت ضروری ہے" اکبر راٹھور بولا۔

"تو پھر تکلیف کریں" سیٹھ امداد شاہ نے کہا۔

"آئیے حامد صاحب، میں آپ کو گھر پہنچا آؤں۔ آپ فکر نہ کریں،
بہت جلد معاملہ صاف ہو جائے گا۔ اسی لیے تو ہم پہلے یہاں آئے

گیا۔"

"جی — جی ہاں — جی ہاں، مجھے آپ کے دفتر کے کلرک نے فون
پر یہ بات بتائی تھی۔" حامد شاہ نے کہا۔

"اوہ، میں بھی کہوں، آپ یکایک کس طرح یہاں پہنچ گئے۔
خیر آپ فکر نہ کریں، آیئے میرے ساتھ۔"

اور اکبر راٹھور اسے سہارا دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔ ہم انہیں
جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ دروازے کے باہر سفید رنگ کی ایک کار
کھڑی تھی۔ اس میں ڈرائیور بھی موجود تھا۔ حامد شاہ شاید اسی کار میں
آیا تھا، لیکن ہم نے اسے کار سے اترتے نہیں دیکھا تھا۔ ہم سب تو
اس وقت اکبر راٹھور اور سیٹھ امداد شاہ کی طرف متوجہ تھے، جب نوجوان
اندر داخل ہوا تھا۔ ارشد نے میدان صاف دیکھ کر چائے کا کپ سیٹھ
امداد شاہ کے سامنے رکھ دیا اور پھر ایک ایک کپ ہم سب کے سامنے
بھی رکھا۔

"ارشد، تم بھی چائے لو۔" میں نے اس سے کہا۔

"جی، میں ....."

"ہاں بھئی، اس دفتر میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں۔ یہاں
سب برابر ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ ہی چائے پیو گے۔"

"جی بہتر۔"

چائے خاموشی سے پی جاتی رہی۔ سیٹھ امداد شاہ نے اکبر راٹھور اور

اپنے بیٹے کے جانے کے بعد ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا۔ آخر
خدا خدا کرکے اکبر راٹھور واپس آئے۔

"میں انہیں گھر چھوڑ آیا ہوں — اب یہ بات سب کو معلوم ہو جائے
گی۔"

"وہ تو خیر ہونی ہی تھی۔" سیٹھ امداد شاہ بولے۔

"راٹھور صاحب، اب ہماری بے چینی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اس
لیے مہربانی فرما کر جلد از جلد ہمیں بتا دیں کہ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ یہ ہے کہ پندرہ دن پہلے سیٹھ امداد شاہ صاحب وفات
پا گئے تھے۔"

"جی، کیا فرمایا؟" میں نے تقریباً چیخ کر کہا۔ اشفاق، اخلاق اور
آفتاب کے ساتھ ارشد کا منہ بھی کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ہم چائے کا
گھونٹ بھرنا بھول گئے۔

قدموں کی آواز

چند لمحے تک کمرے میں موت کی خاموشی طاری رہی۔ ہم سب باری باری ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ چہروں پر حیرت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا — ہم نے اپنی زندگی میں شاید ایسی بات کبھی نہیں سنی تھی۔ آخر اس خاموشی کو میں نے ہی توڑا:

"کیا آپ نے یہ کہا ہے کہ سیٹھ امداد شاہ پندرہ دن پہلے پا چکے ہیں؟"

"ہاں، میں نے یہی کہا ہے۔"

"یعنی پندرہ دن پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا، دوسرے لفظوں میں وہ مر گئے تھے۔" اشفاق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں، بالکل یہی بات ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے، وہ فوت ہوگئے تھے۔" اخلاق بولا۔

"ہاں ہاں بھئی ہاں — آخر آپ لوگ یہ بات بار بار کیوں پوچھ رہے ہو۔" اکبر راٹھور نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس لیے کہ ہم نے اس سے عجیب بات آج تک نہیں سنی۔" میں نے بھی تیز لہجے میں کہا۔

"ذرا ٹھہریے جناب، میں بھی ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ محترم راٹھور صاحب، آپ کا کہنا یہ ہے کہ پندرہ دن پہلے مسٹر سیٹھ امداد شاہ کا انتقال ہوگیا تھا، یہ آپ کا کہنا ہے، لیکن یہ سوال میں سیٹھ صاحب سے کرنا چاہتا ہوں — کیوں جناب، کیا واقعی آپ پندرہ دن پہلے انتقال کرچکے ہیں؟" آفتاب نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا، مجھے نہیں معلوم میں مرا تھا یا نہیں۔" سیٹھ امداد شاہ نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیوں راٹھور صاحب، یہ کیا بات ہوئی؟"

"اس بات کے گواہ بے شمار ہیں۔ میں نے بھی ان کے جنازے میں شرکت کی تھی، ان کے بیٹوں نے بھی، محلے کے لوگوں نے بھی، اور ان کے تمام قریبی دوستوں نے بھی — وہ سب گواہی دیں گے کہ پندرہ دن پہلے سیٹھ صاحب وفات پاگئے تھے۔"

"چلیے خیر، ہم نے مان لیا کہ آپ اور دوسرے تمام لوگ یہ گواہی دیں گے — اب سوال یہ ہے کہ سیٹھ صاحب ہمارے سامنے زندہ سلامت کس طرح تشریف فرما ہیں؟" آفتاب بولا۔

"یہ کل میرے دفتر آئے تھے — میں انہیں دیکھ کر بوکھلا گیا۔ میرے حواس گم ہوگئے۔ سٹی بھی گم ہوگئی۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنے

جواس پر قابو پالیا۔ پہلے تو میں یہ سمجھا کہ یہ سیٹھ صاحب کی روح ہیں،
پھر میں نے خیال کیا، یہ کوئی بہروپیے ہیں اور اپنے اس خیال پر میں
اب تک قائم ہوں۔"

"یعنی آپ کا خیال ہے کہ یہ بہروپیے ہیں۔ انہوں نے سیٹھ
امداد شاہ کا بہروپ بھر رکھا ہے۔" میں نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہی بات ہے۔"

"کیوں جناب، کیا آپ بہروپیے ہیں؟" آفتاب نے پوچھا۔

"نہیں، میں سیٹھ امداد شاہ ہوں۔"

"دانشور صاحب، کیا آپ نے انہیں چھو کر دیکھا ہے؟" اچانک
میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" اکبر دانشور چونک کر بولے۔

"مطلب یہ کہ روحوں کا جسم نہیں ہوتا۔ مسٹر امداد شاہ آپ مجھ
سے ہاتھ ملانا پسند فرمائیں گے؟"

"کیوں نہیں، بھلا اس میں کیا حرج ہے؟" اس نے کہا اور مجھ
سے ہاتھ ملایا۔ میں نے محسوس کیا، اس کا جسم زندگی سے بھرپور ہے۔
ہاتھ نرم اور گرم تھا جب کہ لاش کا جسم سرد اور اکڑا ہوا ہوتا ہے۔
اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص کم از کم لاش یا روح تو ہرگز نہیں
تھا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد میں نے کہا:

"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ زندہ سلامت انسان ہیں،

لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ سیٹھ امداد شاہ ہی ہیں یا کوئی اور۔
ایسے واقعات عام طور پر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ پلاسٹک سرجری اور
میک اپ کے دوسرے طریقوں سے اس زمانے میں کسی انسان کی
ہو بہو نقل تیار کر لینا کوئی مشکل نہیں، کیا خبر آپ پلاسٹک سرجری
کرائے ہوئے ہوں۔ ویسے اکبر دانشور صاحب، سیٹھ صاحب کے دستخط
وغیرہ تو آپ کے پاس ہوں گے ہی۔ آپ ان سے دستخط کرا کے
کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ اس طرح فوراً یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ
یہ اصلی سیٹھ صاحب ہیں یا نقلی۔"

"یہ کام تو میں نے کل ہی کر لیا تھا۔ اگر ان کے دستخط نقلی
ثابت ہو جاتے تو میں انہیں آج اپنے دفتر میں کیوں بلاتا، کل ہی پولیس
کے حوالے کر چکا ہوتا۔" اکبر دانشور بولے۔

"ہوں، بات تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ تب پھر اب ہمارے پاس
کیا طریقہ رہ جاتا ہے، یہ معلوم کرنے کا کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی۔" اشفاق
نے کہا۔

"اس کا آسان ترین حل میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔" اچانک
آفتاب نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم کوئی آسان ترین حل بتا سکتے ہو۔ اب
جلدی سے بتاؤ۔" اشفاق نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر کسی فائل یا کسی رجسٹر وغیرہ پر سیٹھ امداد شاہ کی انگلیوں کے

نشانات موجود ہوں تو ان کی انگلیوں کے نشانات لے کر آپس میں ملا
کر دیکھے جا سکتے ہیں اور اس طرح دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے
گا۔" آفتاب نے ترکیب بتائی۔

"یہی تو مشکل ہے۔ ان کی انگلیوں کے نشانات کسی چیز پر بھی
نہیں ہیں۔" انسپکٹر اشفاق بولے۔

"اوہ پھر تو معاملہ بہت مشکل ہو گیا ہے۔ خیر، پہلے ہم سیٹھ صاحب
کی کہانی تو سن لیں۔ اگر انہیں پندرہ دن پہلے دفن کر دیا گیا تھا تو
پھر یہ اس وقت ہمارے سامنے کس طرح موجود ہیں۔ یہ تو یہی بتا
سکتے ہیں۔ ہاں تو سیٹھ صاحب وضاحت فرمائیں۔"

"بہت اچھا، یہ بات میں وکیل صاحب کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔
ایک بار پھر دہراتا ہوں۔ آج سے پندرہ دن پہلے میری آنکھ کھلی تو
میں اس شہر کے سب سے بڑے قبرستان میں پڑا تھا۔ کفن میرے
جسم پر تھا۔ آنکھیں کھلنے کے فوراً بعد میں نے کسی کے دوڑتے قدموں
کی آواز سنی، لیکن اس وقت میرا دماغ حاضر نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ
میں نے اپنے خیالات کو جمع کیا اور سوچنے لگا کہ میں کہاں آ گیا۔ بہت
سوچنے کے بعد مجھے صرف اتنا یاد آیا کہ پہلے میں اپنے کمرے میں
لیٹا تھا۔ میری بیٹی نسرین میرے لیے گرم دودھ کا گلاس لے کر آئی۔ میں
سوتے وقت گرم دودھ پینے کا عادی ہوں۔ اس سے مجھے نیند جلد آ جاتی
ہے۔ میں نے دودھ کا گلاس لیا اور میری بیٹی مجھے سلام کرتے ہوئے

نکل گئی۔ دودھ پیتے ہی میں سو گیا۔ اس کے بعد میری آنکھ قبرستان میں
کھلی۔ رات کا وقت تھا، چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ قدموں کی آواز
سننے کے کچھ دیر بعد میں نے خود میں اتنی سکت محسوس کی کہ اٹھ کر
بیٹھ سکتا۔ تھوڑی دیر بعد میں چلنے کے قابل ہو گیا۔ قبرستان سے نکلا
اور سڑک پر آ گیا، جس نے بھی مجھے دیکھا، بھاگ کھڑا ہوا۔ کسی ٹیکسی والے
نے میرے اشارے پر ٹیکسی نہ روکی۔ اب تو میں بہت پریشان ہوا۔
آخر میں نے کفن اتار کر تہبند کی طرح باندھا اور اوپر کا دھڑ دوسری
چادر سے ڈھانپ لیا۔ اب میں کم از کم کفن پوش مردہ نظر نہیں آ رہا تھا۔
اس صورت میں بھی میں پیدل ہی چلتا رہا، پھر میں نے سوچا، مجھے اس
حالت میں شہر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ لوگ کیا خیال کریں گے۔
یہ سوچ کر میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ آخر مجھے ایک مکان نظر
آیا۔ اس میں روشنی ہو رہی تھی۔ میرے قدم اس طرف اٹھنے لگے۔ یہ
مکان ایک بوڑھے کسان اور اس کی بیوی کا تھا۔ انہوں نے مجھے آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں بھوکا اور پیاسا ہوں، خدا
کے لیے میری مدد کریں۔ آخر ڈرتے ڈرتے انداز میں انہوں نے مجھے گھر
میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ میں انہیں یہ نہ بتا سکا کہ میں سیدھا
قبرستان سے چلا آ رہا ہوں، وہ ڈر جاتے۔ انہوں نے مجھے کھانا دیا۔
میں نے انہیں اپنے لٹنے کی فرضی کہانی سنائی، پھر انہوں نے مجھے ایک
قمیص اور شلوار بھی دی۔ وہ پہن کر میں شہر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی ایک

کار پیچھے سے آئی — میں اس وقت سڑک کے عین درمیان میں چل رہا تھا۔ شاید میں اپنے ہوش و حواس میں ہی نہیں تھا — کار والے نے اچانک بریک لگائے، لیکن پھر بھی میں اس کی زد میں آگیا — دھکا بہت شدید تھا، میں فوری طور پر بے ہوش ہوگیا، اس کے بعد میری آنکھ ہسپتال میں کھلی۔ وہاں میں چودہ دن زیر علاج رہا۔ ڈاکٹر صاحبان کا کہنا تھا کہ میرے دماغ پر چوٹ آئی ہے — کار والا مجھے دیکھنے کے لیے بدستور آتا رہا — علاج معالجے کا سارا خرچ بھی اسی نے برداشت کیا۔ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی — ایک مردے کے پاس بھلا کون نقدی چھوڑتا ہے — کل میں ہسپتال سے فارغ ہوا۔ اس دوران کار والا ہر روز مجھ سے میرے گھر کا پتا پوچھتا رہا تھا تاکہ وہ گھر والوں کو اطلاع دے سکے، لیکن میں نے اسے پتا نہیں بتایا — بتا بھی کس طرح سکتا تھا، میں تو یہ جاننا چاہتا تھا کہ میں کفن میں لپٹا ہوا کیوں پڑا تھا، مجھے کیا ہوگیا تھا۔ کار والا مجھے ہسپتال سے لے آیا، اس نے مجھے یہ کپڑے بھی دیے، جو آپ لوگ میرے جسم پر دیکھ رہے ہیں، اس کے گھر سے میں سیدھا وکیل صاحب کے پاس آیا۔ یہ مجھے دیکھ کر بوکھلا گئے۔ بہت دیر بعد یہ میری بات سننے پر آمادہ ہوئے، پھر انہوں نے مجھے آج کا وقت دیا — میں نے رات ایک سستے سے ہوٹل میں گزاری، کیونکہ انہوں نے مجھے یہ بتا دیا تھا کہ میں مر گیا تھا۔

شاید سب کے ذہن جواب دے گئے تھے — آخر آفتاب کی آواز

نے ہم سب کو چونکایا۔

"آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ قدموں کی وہ آواز کس کی تھی، کسی انسان کی یا جانور کی؟"

آفتاب نے ایک اچھا سوال کیا تھا — ہم نے بھی فوراً سیٹھ امداد شاہ کی طرف دیکھا، وہ بولے:

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں، وہ انسانی قدموں کی آواز تھی۔"

"آپ ہسپتال سے سیدھے گھر کیوں نہیں گئے؟"

"ہسپتال میں رہنے کے دوران میں یہی سوچتا رہا کہ آخر میں قبرستان میں کس طرح پہنچا، میرے جسم پر کفن کیوں تھا۔ ان سوالات کی روشنی میں میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ پہلے مجھے اپنے وکیل سے ملنا چاہیے۔ ان سے ملاقات ہونے پر معلوم ہوا کہ ان سب لوگوں کے خیال کے مطابق میں مر گیا تھا — اب سوال یہ ہے کہ مجھے تو دفنا بھی دیا گیا تھا، پھر میں زندہ کس طرح ہوں" سیٹھ امداد شاہ ایک بار پھر خاموش ہوگئے۔

"منظور صاحب، اب آپ بتائیں، ان کی وفات کس طرح ہوئی، موت کا اطمینان کیا گیا تھا یا نہیں" میں نے کہا۔

"سولہ دن پہلے مجھے سیٹھ صاحب کی طبیعت خراب ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ میں فوری طور پر ان کے ہاں پہنچا، ڈاکٹر قریشی وہاں موجود تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ دل کا دورہ پڑا تھا، لیکن اب حالت سنبھل

گئی ہے، میں ان سے ملا۔ بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے، "آپ نے کیوں تکلیف کی وکیل صاحب، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" میں کچھ دیر بیٹھ کر چلا آیا، پھر دوسری صبح مجھے فون موصول ہوا کہ سیٹھ امداد شاہ انتقال کر گئے ہیں۔ مجھے ایک زبردست قسم کا دھکا سا لگا، پھر وہاں پہنچا۔ معلوم ہوا، رات ان کی حالت بالکل ٹھیک تھی۔ یہاں تک کہ ان کی بیٹی نسرین شاہ ان کے لیے دودھ لے کر گئی تو ہر لحاظ سے ٹھیک ٹھاک تھے۔ ڈاکٹر کو بھی تسلی کے لیے بلا لیا گیا تھا۔ انہوں نے نبض دیکھی۔ دل کی حرکت محسوس کی اور پھر ان کی موت کا اعلان کر دیا۔ سیٹھ امداد شاہ دل کے پرانے مریض تھے۔ ڈاکٹر کے اعلان کے بعد ان کی موت میں بھلا کسی کو کیا شک رہ جاتا، چنانچہ ان کے کفن دفن کی تیاری کی جانے لگی۔ رات کے تقریباً دس بجے جنازہ لے جایا گیا۔ میں نے جنازے میں بھی شرکت کی، پھر میری آنکھوں کے سامنے انہیں دفن کیا گیا اور ہم سب لوگ قبرستان سے واپس لوٹ آئے۔" یہاں تک کہہ کر اکبر راٹھور خاموش ہو گئے۔

"ان کی موت کے بارے میں صبح سب سے پہلے کسے معلوم ہوا؟" اخلاق نے سوال کیا۔

"گھر کے ملازم غازی کو۔ جب وہ انہیں جگانے کے لیے گیا اور وہ اس کی آوازوں پر نہ جاگے تو اس نے انہیں جھنجھوڑا، لیکن ان

کی آنکھ پھر بھی نہ کھلی۔ آخر اس نے گھر کے افراد کو اطلاع دی۔ ان کے بچے دوڑے گئے، لیکن وہاں کیا تھا۔ ان کا جسم بالکل ساکت تھا۔"

"اور کیا جسم سرد اور اکڑا ہوا بھی تھا؟" آفتاب نے سوال کیا۔

"اس سوال کا جواب ڈاکٹر قریشی دے سکتے ہیں، کیونکہ میں نے انہیں چھو کر نہیں دیکھا تھا۔"

"تو پھر مہربانی فرما کر ڈاکٹر صاحب کو فون کر کے معلوم کریں۔" میں نے فون کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کے لیے پہلے ہمیں ڈائریکٹری میں نمبر دیکھنا پڑیں گے۔" یہ کہہ کر اکبر راٹھور صاحب نے ڈائریکٹری اٹھائی۔ جلد ہی وہ نمبر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر ڈاکٹر کو فون کیا۔ میں نے بھی نمبر اور پتا نوٹ کر لیا۔ دوسری طرف کی بات سننے کے بعد انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور بولے،

"جسم سرد اور اکڑا ہوا نہیں تھا، جس کا مطلب یہ تھا، وہ صبح ہی کسی وقت فوت ہوئے تھے۔"

"اب یہ سوال ہمیں نہلانے والے سے کرنا ہوگا، خیر یہ ہم کر لیں گے۔ پہلے آپ یہ بتائیے کہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"ان کی وفات کے بعد میں اب ان کا وکیل نہیں رہا، اب میں ان کے گھر کے افراد کا وکیل ہوں۔ جائیداد انہیں منتقل کی جا

چکی ہے۔ تینوں بچے اپنے اپنے حصے پر قابض ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ابھی اسی کوٹھی میں رہ رہے ہیں؛ تاہم جلد ہی ان کا پروگرام الگ الگ کوٹھیوں میں رہنے کا ہے۔ ان کا پروگرام یہ ہے کہ ان کا کاروبار الگ الگ ہوگا اور رہائش بھی الگ الگ ہوگی؛ تاہم انہوں نے اپنا وکیل ایک ہی رکھا ہے اور وہ میں ہوں، لہٰذا اصول کی رو سے میں اب ان کا وکیل ہوں، جب کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ اصل سیٹھ امداد شاہ ہیں، اس لیے میں ان کا وکیل ہوں۔" اکبر راٹھور نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ یہ اصل سیٹھ امداد شاہ ہی ہیں۔ اس صورت میں یہ چاہتے کیا ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بھی مجھے اپنا باپ تسلیم کریں اور میں اپنی زندگی کے باقی دن ان کے ساتھ گزار دوں۔"

"گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اصلی سیٹھ امداد شاہ ثابت کر دیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں، بالکل یہی بات ہے۔" سیٹھ امداد شاہ نے کہا۔

"اچھی بات ہے، ہم یہ کام ضرور کریں گے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہم آپ کو اصل ہی ثابت کریں۔ اگر آپ نقلی ہوئے تو ہم آپ کو نقلی ہی ثابت کر دیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" وہ بولا۔

"تو پھر سب سے پہلے آپ اس کاغذ پر اپنے وہ دستخط کر دیں جو آپ اپنی زندگی میں کاغذات پر کرتے رہے ہیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں دستخط ملا کر دیکھ چکا ہوں۔" اکبر راٹھور نے منہ بنایا۔

"لیکن جناب، ہم تحریر کے ایک ماہر سے چیک کرائیں گے۔" میں نے بھی انہی کے انداز میں منہ بنایا۔

"یہ اور بھی اچھا ہے۔" سیٹھ امداد شاہ نے فوراً کہا اور ایک کاغذ پر دستخط کر دیے۔

"دوسری بات، اس سلسلے میں ہمیں ان کے گھر جانا ہوگا۔ گھر کے افراد سے ملنا ہوگا۔ ان کی عادات و اطوار دریافت کرنا ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے، اس کا انتظام میں کر دوں گا۔ آپ کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔" اکبر راٹھور نے مطمئن ہو کر کہا۔

"اور جب تک یہ اصلی یا نقلی ثابت نہیں ہو جاتے، اس وقت تک یہ کہاں رہیں گے؟"

"میں اسی سستے سے ہوٹل میں ٹھہرا رہوں گا۔ اگرچہ میرے پاس پیسے بہت کم ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں، پیسوں کا انتظام میں کر دوں گا۔" اکبر راٹھور نے کہا۔

"تو پھر اُٹھیے، ذرا ہم قبرستان تک ہو آئیں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"قبرستان" سیٹھ امداد شاہ کے منہ سے حیرت بھرے انداز میں نکلا۔

"جی ہاں، سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آپ کو جس قبر میں دفن کیا گیا تھا، وہ درست حالت میں ہے یا نہیں اور آپ اس میں موجود ہیں یا نہیں" آفتاب بول پڑا۔ ہم مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"بھلا میں قبر میں کس طرح موجود ہو سکتا ہوں، جب کہ میں آپ کے سامنے موجود ہوں"

"اگر آپ نقلی امداد شاہ ہیں تو قبر میں مرحوم اصلی امداد شاہ موجود ہوں گے"

"لیکن سرکاری اجازت نامے کے بغیر ہم قبر نہیں کھول سکتے" اکبر راٹھور بولا۔

"فی الحال ہمیں معلوم نہیں کہ قبر کھودنا پڑے گی یا نہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو اجازت بھی حاصل کر لی جائے گی" میں نے کہا۔

آخر سب باہر نکلے۔ ہم نے ارشد کو دفتر میں ہی چھوڑا — دو ٹیکسیوں میں سوار ہو کر ہم قبرستان پہنچے۔ ٹیکسیوں سے اتر کر اور بل ادا کرنے کے بعد اندر داخل ہوئے۔

"سیٹھ صاحب، کیا آپ کو معلوم ہے، آپ کی قبر کون سی ہے؟" تاب نے سوال کیا۔

"بھلا مجھے یہ بات کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟"

"راٹھور صاحب، آپ کو تو قبر ضرور معلوم ہو گی۔ میں ان کی ت مڑتے ہوئے بولا۔

"ہاں معلوم ہے، آپ فکر نہ کریں"

تقریباً دو منٹ تک چلتے رہنے کے بعد اکبر راٹھور ایک قبر کے ں رُکے۔ قبر بالکل درست حالت میں تھی اور کسی طرح بھی یہ نظر یں آ رہا تھا جیسے قبر کو کھولا گیا ہو۔

"یہ قبر تو بالکل درست حالت میں ہے" اکبر راٹھور سیٹھ داد شاہ کی طرف گھومے۔

"اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں" اس نے بھی بے بسی ے انداز میں کندھے اچکائے۔

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم قبر کھودنے کی جازت حاصل کریں — یہ کام باقاعدہ پولیس کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ ا خیال ہے راٹھور صاحب، اس کا بندوبست آپ کریں گے یا ہم ئی جی صاحب سے بات کریں"

"پہلے میں کوشش کیے لیتا ہوں۔ اگر کام نہ بنا تو آپ انہیں ون کر لیجیے گا" اکبر راٹھور بولے۔

"پھر بھی ٹھیک ہے۔"
انسپکٹر راٹھور کی کوشش سے تقریباً پون گھنٹے کے بعد وہاں
پولیس والے موجود تھے۔ قبرستان کے گورکنوں کو بلایا گیا — یہ دو
لمبے تڑنگے اور سیاہ رنگ کے تھے۔
"چلو بھئی، اس قبر کو کھود دو۔" انسپکٹر راٹھور نے ان سے کہا۔
"خیر تو ہے جناب، کیا زہر وغیرہ دینے کا معاملہ ہے؟" ا
گورکن پریشان ہو کر بولا۔
"نہیں، اور ہی بات ہے، تم کھود دو۔" میں نے جلدی سے
دونوں گورکنوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر
چلانے لگے۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ قبر سے مٹی ہٹاتے ر
آخر قبر اندرونی حصے تک خالی ہو گئی — سب نے دیکھا کہ قبر
اندرونی حصے میں جس جگہ بھی اینٹیں لگائی گئی تھیں، وہاں اب اینٹ
نہیں تھیں اور نہ ہی قبر میں مردہ موجود تھا۔
"ارے باپ رے، قبر کا مردہ کہاں گیا؟" دوسرا گورکن کپکپا
آواز میں بولا۔
"اس کا مطلب ہے، میں اصل سیٹھ امداد شاہ ثابت ہو گیا۔"
اس نے خوش ہو کر کہا۔
"ابھی نہیں سیٹھ صاحب۔" میں نے فوراً کہا۔
"کیا مطلب؟ اب کیا کسر رہ گئی ہے؟" سیٹھ امداد شاہ نے

ہ کی جانے والی نظروں سے گھورا۔
"اس قبر کو فی الحال اسی طرح رہنے دیا جائے۔" انسپکٹر راٹھور نے
ورکنوں سے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئے — سب باہر نکل کر جیپوں
میں بیٹھے اور دفتر پہنچے — راستے میں مکمل طور پر خاموشی طاری رہی۔
ہر کوئی گہری سوچ میں گم تھا۔
"ہاں تو آپ کیا کہہ رہے تھے، ابھی اصل سیٹھ امداد شاہ
ثابت نہیں ہوا۔" سیٹھ امداد نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ارشد
ہمیں دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بہت پریشان دکھائی دیتا تھا۔ یہ
چیز ہم نے فوراً ہی بھانپ لی۔ اس لیے میں نے سیٹھ صاحب کے
سوال کا جواب دینے کی بجائے اس سے پوچھا:
"خیر تو ہے ارشد؟"
"آپ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی ایک پولیس انسپکٹر
چند کانسٹیبلوں کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے سیٹھ امداد شاہ صاحب
کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ سب کہیں
گئے ہیں، تھوڑی دیر تک آ جائیں گے۔"
"تم نے یہ تو نہیں بتایا کہ ہم قبرستان گئے ہیں؟"
"جی نہیں، کیونکہ انسپکٹر صاحب کا کہنا تھا کہ وہ نقلی سیٹھ
امداد شاہ کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔"
"اوہ، یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" سیٹھ امداد شاہ کے منہ سے

لگا۔

"سیٹھ صاحب، آپ فکر نہ کریں، اگر آپ اصلی سیٹھ امداد
ہیں تو کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور اگر نقلی
تو پھر آپ بچ نہیں سکتے۔"

"ہم ۔ میں، بالکل اصلی ہوں، سو فی صد اصلی" سیٹھ امداد
نے بوکھلا کر کہا۔ ہم نے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کی۔

"تو پھر آپ فوراً اس ہوٹل کی طرف روانہ ہو جائیں جہاں
آپ رہائش پذیر ہیں۔ آپ ہمیں اس ہوٹل کا نام بھی نہ بتائیں،
ہمیں پولیس سے جھوٹ نہ بولنا پڑے! البتہ راٹھور صاحب کو
پتا لکھ کر دے دیں، کیونکہ یہ آپ کے وکیل ہیں۔ یہ اپنے موکل
ہر معاملہ راز میں رکھ سکتے ہیں۔"

"لیکن میں ان کا وکیل نہیں ہوں" اکبر راٹھور نے جلدی
کہا۔

"قبر میں مردہ نہ ملنے کی صورت میں اب آپ کو انہیں
حد تک اپنا موکل تسلیم کر لینا چاہیے جناب، آگے آپ کی مرضی۔"

"اچھا خیر، یوں ہی سہی" اکبر راٹھور نے بے چارگی کے
میں کہا۔

"اب ہم یہ کیس اپنے ہاتھ میں لیے لیتے ہیں" میں نے
کہا۔

"لیکن افسوس، میں فی الحال آپ کو آپ کی فیس ادا نہیں کر
سکتا۔"

"آپ فکر نہ کریں، اگر ہم نے آپ کو اصلی ثابت کر دیا تو
ہم آپ سے اپنی فیس وصول کر لیں گے — اور اگر آپ نقلی
ثابت ہو گئے تو آپ کے بچوں سے فیس وصول کریں گے۔ راٹھور
صاحب، آپ ان کی مالی امداد فرما دیں تاکہ یہ اس ہوٹل میں سکون
سے چند دن گزار سکیں اور کسی کاغذ پر ان سے ہوٹل کا پتا لکھوا
لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سیٹھ امداد شاہ وہاں سے رخصت ہو چکے تھے،
اس کے بعد اکبر راٹھور بھی چلے گئے اور ہم اپنی مہم پر روانہ ہوئے،
لیکن اس سے پہلے ہم اکبر راٹھور کے ذریعے سیٹھ امداد شاہ کے بچوں
کو فون کرا نہیں بیٹھے تھے۔ پتا بھی ہم نے ان ہی سے پوچھا تھا۔
ارشد کو ہم نے دفتر میں ہی چھوڑا۔ ارشد کو رکھنے کا ایک
فائدہ یہ ہوا تھا کہ ہر بار دفتر بند نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ایک ٹیکسی
میں لد کر ہم سیٹھ صاحب کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔

"اس کیس میں تو پلے سے پیسے خرچ کرنے پڑ رہے ہیں"
آفتاب بڑبڑایا۔

"فکر نہ کرو، کیس حل کرنے کے بعد ہم خاطر خواہ معاوضہ حاصل

رہیں گے۔" میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر سیٹھ صاحب نقلی ثابت ہو گئے تو ہم ان کے بچوں سے معاوضہ کس طرح حاصل کریں گے؟" اخلاق نے پوچھا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔"

"ویسے اب تک خیال کیا قائم کیا ہے؟" اشفاق بولا۔

"صرف یہ کہ یا تو یہ شخص اصلی سیٹھ ہے یا نقلی۔"

"بھلا اصلی کس طرح ہو سکتا ہے، جب کہ وہ مر گیا تھا، ایک ڈاکٹر نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی، پھر اسے قبر میں دفن کر دیا گیا تھا، اس صورت میں یہ اصلی کس طرح ثابت ہو سکتا ہے؟"

"اگر یہ اصلی نہیں ہے تو پھر قبر میں مردہ موجود ہونا چاہیے تھا۔" میں بولا۔

"میں بتاؤں، کیا بات ہو سکتی ہے؟" آفتاب بول پڑا۔

"ضرور بتاؤ، کیونکہ اس وقت ہم سب کے ذہن الجھ کر رہ گئے ہیں۔" اخلاق جلدی سے بولا۔

"تو پھر سنیے، یہ شخص پکا دھوکے باز ہے۔ اس نے میک اپ کے کسی ماہر سے سیٹھ امداد شاہ کا میک اپ کروا رکھا ہے۔ قبر میں سے مردہ اس نے خود غائب کیا ہے، تاکہ اسے اصلی سیٹھ سمجھا جائے۔ ظاہر ہے، اگر مردہ قبر میں ہی رہنے دیا جاتا تو اس کا پول فوراً ہی کھل جاتا۔ کیوں، کیا خیال ہے؟"

"ہاں، یہ بات ہو سکتی ہے، لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بالکل اصلی ہو۔" میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ آفتاب نے بات کاٹ دی۔

"تو پھر یہ زندہ کس طرح ہو گیا؟"

"ہو سکتا ہے، ابھی اس کی موت واقع نہ ہوئی ہو، ڈاکٹر سے غلطی ہوئی ہو، اس پر صرف سکتے کی حالت طاری ہو گئی ہو، اسی حالت میں اسے دفن کر دیا گیا ہو، لیکن فوراً ہی کسی نے قبر کھود کر اسے باہر نکال لیا اور اسی وقت یہ ہوش میں آ گیا۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ شخص بھاگ نکلا، جس نے اسے قبر سے نکالا تھا۔ یہ ہوش میں آتا چلا گیا۔"

"سوال یہ ہے کہ کسی کو اس کی قبر کھود کر اسے باہر نکالنے کی کیا ضرورت تھی؟" اشفاق بولا۔

"بھئی وہ کوئی کفن چور ہو گا۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"لیکن چور کو مردہ قبر سے نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ قبر کے اندر ہی مردے پر سے کفن اتار سکتا تھا۔" اخلاق نے اعتراض کیا۔

"یہ ہم نے سیٹھ امداد شاہ سے نہیں پوچھا کہ جب ان کی آنکھ کھلی تھی، اس وقت وہ قبر کے گڑھے میں تھا یا گڑھے سے باہر، خیر ہم ان راشد صاحب کے ذریعے ان سے یہ سوال بھی پوچھ لیں گے۔"

آخر ہم کوٹھی کے سامنے اترے۔ یہ ایک بہت شاندار اور بہت
چوڑی کوٹھی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبایا۔ جلد ہی
ایک بوڑھا شخص آتا دکھائی دیا۔

"جی فرمایئے" اس نے بہت ہی نرم آواز میں کہا۔

"آپ غازی تو نہیں ہیں؟"

"جی ہاں، یہی میرا نام ہے۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" اس کے لہجے
میں حیرت تھی۔

"سیٹھ امداد شاہ صاحب نے بتایا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے، اس نقلی اور دھوکے باز آدمی نے۔" غازی
نے منہ بنایا۔

"یہی کہہ لیں۔"

"خیر فرمایئے، آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"سیٹھ صاحب کے بچوں کو ہماری آمد کی اطلاع دیجیے۔ ان سے
کہیے، شوکی اینڈ کو کے کارندے آئے ہیں۔"

"شوکی اینڈ کو۔" وہ حیران ہو کر بڑبڑایا۔

"جی ہاں۔"

"سیٹھ صاحب کے بیٹے اور بیٹی آپ چاروں سے عمر میں بڑے ہیں
مگر آپ انہیں بچے کہہ رہے ہیں۔" اس کے لہجے میں ناگواری تھی۔

"غازی صاحب، ہم نے انہیں سیٹھ صاحب کے بچے کہا ہے۔ ان کی

عمر کتنی ہی کیوں نہ ہو جائے، ان کے تو وہ بچے ہی کہلائیں گے۔"

"ہوں، یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر، میں اطلاع کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ہمیں دروازے پر ہی چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ جلد
ہی واپس آیا اور بولا:

"چلیے جناب، وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"شکریہ بابا۔" میں نے کہا اور ہم اس کے پیچھے چلتے ڈرائنگ روم
تک پہنچے۔ یوں ہی ہم نے اندر قدم رکھے، ٹھٹک کر رہ گئے۔ اندر سیٹھ
امداد شاہ کے تینوں بچوں کے علاوہ انسپکٹر جلالی نور بھی تشریف فرما تھے۔

اصلی مُردہ

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انسپکٹر جلالی نور سے یہاں ملاقات ہو جائے گی۔ ہمیں ٹھٹکتے دیکھ کر وہ شوخ آواز میں بولا :

"آئیے آئیے، جناب شوکی اینڈ کو صاحبان۔" اس کے لہجے میں طنز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ تاہم میں نے فوراً کہا :

"شکریہ جناب، ہمیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ آپ سے یہاں ملاقات ہو گی۔" ساتھ ہی میں نے قدم اٹھا دیا اور پھر ہم چاروں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تو آپ لوگ بھی نقلی سیٹھ امداد شاہ کے چکر میں یہاں آئے ہیں ؟" جلالی نور بولا۔

"ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اصلی ہیں یا نقلی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"کیا اس نے آپ لوگوں کی خدمات حاصل کر لی ہیں ؟

"جی ہاں، یہی بات ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"پھر تو آپ اسے اصلی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔"

"اگر وہ اصلی ہو تب، نقلی ہونے کی صورت میں ہم اسے نقلی ہی ثابت کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"جب کہ مجھے سو فی صد یقین ہے کہ وہ نقلی ہے، دھوکے باز ہے، جھوٹا ہے اور میرے آدمی اس کی گرفتاری کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ آپ کے دفتر بھی گئے تھے۔ کیا آپ پولیس کے ساتھ تعاون کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ وہ ہمیں کہاں مل سکتے ہیں ؟" اس نے نرم آواز میں کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم، اس وقت وہ کہاں ہیں ؛ تاہم وکیل اکبر دانشور صاحب کو ضرور معلوم ہے۔"

"اوہو، ان سے تو فوراً معلوم ہو جائے گا، کیونکہ وہ ہمارے اپنے وکیل ہیں ؛" حامد شاہ نے خوش ہو کر کہا۔

"ان سے ضرور معلوم کریں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے کندھے اچکائے۔

"ٹھہریے، میں انہیں فون کرتا ہوں۔" سیٹھ امداد شاہ کے دوسرے بیٹے نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے نمبر گھمائے اور بولا :

"ہیلو راٹھور صاحب، یہ آپ ہیں — کیا آپ ہمیں ہمارے نقلی باپ کا پتا بتا سکتے ہیں؟"

اس کے بعد وہ اکبر راٹھور کی بات سنتا رہا۔ اس نے بھی دو چار جملے کہے اور پھر مایوسانہ انداز میں ریسیور رکھ دیا۔

"وکیل صاحب پتا بتانے پر تیار نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ وہ نقلی ہیں، اس وقت تک وہ خود کو ان کا وکیل سمجھتے ہیں اور اپنے مؤکل کے بارے میں وہ کچھ نہیں بتا سکتے۔"

"مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ یہی جواب دے گا اور یہ ترکیب ان کی ہوگی۔" جلالی نور نے ہم چاروں کو گھورتے ہوئے کہا۔ ہم نے کوئی جواب نہ دیا۔

"آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟" عامد شاہ نے اکھڑے اکھڑے انداز میں کہا۔

"اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ صاف ہو جائے تو ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ سیٹھ امداد شاہ کو گرفتار کر لینے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ یہ معلوم کیا جائے وہ اصلی ہے یا نقلی — کیا آپ نہیں چاہتے کہ یہ بات معلوم کر لی جائے۔"

"ہم، میرا خیال ہے، ہم یہی چاہتے ہیں۔"

"تب پھر ہمارے ساتھ تعاون کیجیے۔ ہمارے سوالات کے جواب دیجیے۔"

"میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں — وہ شخص دھوکے باز ہے، اور کچھ نہیں۔" جلالی نور بولا۔

"انسپکٹر صاحب، اس کے دھوکے باز ہونے کی صورت میں آپ کو سیٹھ امداد شاہ کا مردہ تلاش کرنا ہوگا اور جوں ہی آپ ان کا مردہ تلاش کریں گے، وہ شخص خود بخود نقلی ثابت ہو جائے گا۔"

"اوہ ہاں، یہ میں ضرور کروں گا — اس شخص نے ضرور مردہ قبر سے نکال کر کہیں اور دفن کر دیا ہے یا چھپا دیا ہے۔ میں اسے ضرور تلاش کراؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، آپ اس رخ سے کوشش کریں، ہم اپنی کوشش کرتے ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی — جلالی نور نے بے تابی کے عالم میں ریسیور اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر تک دوسری طرف کی بات سنتا رہا، پھر ریسیور رکھتے ہوئے ہماری طرف مڑا۔ اس کی آنکھوں میں دیوانے کی سی چمک تھی کہ ہمارے دل دھک دھک کرنے لگے، پھر اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا:

"اس نقلی اور دھوکے باز انسان کو میرے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے، لہٰذا میں چلا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔

○

"ہم ہکے بکے رہ گئے۔ جلالی نور کے آدمیوں پر حیرت بھی ہوئی جنھوں نے سیٹھ امداد شاہ کا اتنی جلدی سراغ لگا لیا تھا اور افسوس بھی ہوا، کیونکہ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اصلی آدمی ہے یا نقلی۔"

"یہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔ اگر یہ شخص اصلی آدمی ہوا تو ہمیں کس قدر افسوس ہوگا۔" میں بڑبڑایا۔

"اس کے اصلی ہونے کی امید ایک فی صد بھی نہیں۔ آپ لوگ فکر نہ کریں۔" حامد شاہ نے منہ بنایا۔

"خیر، یہ فیصلہ بھی ہو ہی جائے گا۔ اب اگر آپ لوگ ہمارے چند سوالات کے جواب دے دیں تو ہم شکر گزار ہوں گے؟"

"فرمائیے، آپ لوگ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"سیٹھ امداد شاہ کی خاص خاص عادات کیا تھیں۔ ذرا تفصیل سے بتا دیں۔"

"وہ بہت خوش اخلاق تھے، کبھی کسی سے تلخ لہجے میں بات کیا کرتے تھے۔ ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ کھیلتی رہتی۔ باتیں کرتے

وقت وہ ٹھوڑی کو ضرور کھجلایا کرتے تھے۔ سگریٹ وغیرہ جیسی چیزوں سے دور بھاگتے تھے۔ چائے بھی دن میں صرف دو بار پیتے، ملازمین سے بھی گھر کے افراد جیسا سلوک کرتے۔ سب ملازم ان سے بہت خوش تھے۔ ان کی فیکٹریوں کے ملازم بھی ان سے بہت خوش تھے اور خوش حالی کی زندگی گزار رہے تھے۔ اور کیا بتاؤں، ان میں تو خوبیاں ہی خوبیاں تھیں۔" حامد شاہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"کوئی ایسی بات بتائیے، جس سے ہم اس شخص کے اصلی یا نقلی ہونے کے بارے میں اندازہ لگا سکیں۔ ان کی کوئی بہت ہی خاص عادت، یا ان کے جسم پر کوئی خاص نشان۔ اٹھتے بیٹھتے وقت ان کی خاص قسم کی حرکت، کوئی ایسی بات بتائیے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا، سنیے۔" سیٹھ امداد شاہ کے چھوٹے بیٹے نے کہا: "ان کے جسم پر عین دل کے مقام پر ایک سیاہ رنگ کا تل تھا۔ چلتے پھرتے وقت وہ گردن کو ضرور جھٹکا دیا کرتے تھے اور کچھ۔"

"اب ان کے دوستوں کے نام اور پتے بتا دیں؟"

انھوں نے تین دوستوں کے نام اور پتے بتا دیے۔ آفتاب نے یہ نام اور پتے نوٹ کر لیے۔ پھر میں نسرین شاہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"سو دن پہلے جب آپ دودھ کا گلاس لے کر ان کے کمرے

ہی گئیں تو وہ بالکل ٹھیک تھے، لیکن صبح وہ مردہ ملے۔ یہی بات ہے نا ؟"

"ہاں، بالکل یہی بات ہے۔"

"تو کیا آپ نے دودھ میں کوئی بے ذائقہ قسم کا زہر ملایا تھا؟" آفتاب اچانک بول اٹھا۔

"کیا کہا، زہر ؟" نسرین شاہ چونک اٹھی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔

"ہاں، میں نے زہر کا لفظ ہی بولا ہے۔"

"توبہ کیجیے، میں ان کی بیٹی تھی اور بیٹیاں باپوں کو زہر نہیں دیا کرتیں۔ اور پھر مجھے یا میرے بھائیوں کو بھلا ایسا کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ ہمارے والد سب کچھ پہلے ہی ہمارے نام کر چکے تھے۔"

"اس دنیا میں سبھی کچھ ممکن ہے محترمہ۔ خیر، اب تو نہ وہ گلاس ہمارے پاس ہے اور نہ اس کے پیندے میں بچا ہوا تھوڑا سا دودھ، جس سے ہم معلوم کر سکتے۔ یہ بتائیے، دودھ کا گلاس لیتے وقت انھوں نے آپ سے کوئی بات کی تھی ؟"

"ہاں، انھوں نے کہا تھا کہ خدا کا شکر ہے، اب میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے میں ابھی کافی عرصہ جیوں گا۔"

"شکریہ، اب ہم ذرا ملازمین کو ٹٹولیں گے۔ گھر میں ملازم کتنے ہیں ؟"

"تین ۔ ایک غازی، دوسرا باورچی، تیسرا مالی ۔ ان کے بیوی بچوں کے لیے ہمارے ابا جان نے کوٹھی کے پچھلے حصے میں کوارٹرز بنوائے ہیں۔" یہ کہہ کر حامد شاہ نے غازی کو آواز دی۔ جلد ہی وہ ڈرائنگ روم کے دروازے پر نمودار ہوا۔

"یہ لوگ تم تینوں سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں ۔ ان کے ساتھ مکمل طور پر تعاون کرو، جو یہ پوچھیں، بالکل ٹھیک انھیں بتاؤ۔"

"جی بہتر۔"

"ہم آپ لوگوں سے ایک سوال اور کریں گے۔" آفتاب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور کریں۔"

"اگر یہ صاحب آپ کے بالکل اصلی والد ثابت ہو گئے تو کیا آپ انھیں خوش آمدید کہیں گے. کوٹھی کے دروازے ان کے لیے کھولیں گے ؟"

"اول تو یہ ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ کو دفن کیا ہے، پھر بھلا وہ زندہ کس طرح ہو سکتے ہیں اور اگر کسی طرح ایسا ہو جائے تو بھلا ہمارے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہوگی۔"

"کیا آپ دونوں کا بھی یہی جواب ہے۔" آفتاب نے ان کی طرف دیکھا۔

"بالکل، اور جواب ہو بھی کیا سکتا ہے ؟"

"شکریہ جناب۔"

ہم ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئے اور غازی کے ساتھ چلتے ہوئے کوارٹرز کی طرف آ گئے، پھر ایک جگہ رکتے ہوئے میں نے کہا،

"پہلے ہم آپ سے ہی سوالات کریں۔ سیٹھ صاحب کے بچوں میں سے کوئی انہیں ہلاک کرنے کی سازش کر سکتا ہے؟"

"جی نہیں، یہ تینوں ایسے نہیں ہیں۔" غازی نے کہا۔

"تو کیا یہ اپنے باپ جیسے ہی ہیں؟"

"خیر ان میں اور ان کے والد میں فرق تو بہت ہے۔" غازی نے جواب دیا۔

"ان کے والد اگر پھر زندہ ہو جائیں اور واپس یہاں آ جائیں تو آپ تینوں کو خوشی ہوگی یا رنج؟"

"بے پناہ خوشی ہوگی۔"

"اب ذرا مالی اور باورچی کو بھی یہیں بلا لیں۔" میں نے کہا۔

باورچی اور مالی نے بھی وہی جواب دیے جو غازی نے دیے تھے۔ آخر تنگ آ کر میں نے غازی سے پوچھا،

"سیٹھ امداد شاہ کی میت کو نہلایا کس نے تھا؟"

"دو پیشہ ور نہلانے والوں نے۔"

"ان کا پتا کیا ہے؟"

"وہ یہاں قریب ہی رہتے ہیں — آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کے گھر تک چھوڑ آؤں۔"

"ہم بہت شکر گزار ہوں گے۔"

غازی کے ساتھ ہم نہلانے والوں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ہمیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں، یہ لڑکے ہمارے پاس کیوں آئے ہیں — ہمارے پاس تو صرف میتوں کو نہلانے والے لوگ آتے ہیں۔ غازی نے ہمارے بارے میں انہیں بتایا اور پھر میں نے سوال کیا،

"جس وقت آپ لوگوں نے سیٹھ امداد شاہ کو غسل دیا، ان کا جسم سرد اور اکڑا ہوا تھا، جیسا کہ مُردوں کا ہوتا ہے؟"

"جی نہیں، اس پر ہمیں بھی حیرت ہوئی تھی۔ ان کا جسم گرم اور نرم تھا، جیسے کسی زندہ آدمی کا ہوتا ہے۔ ہم نے دل کی دھڑکن دیکھی تو دل ساکت تھا۔ نبض دیکھی تو وہ بھی ساکت تھی، اس لیے ہم کچھ نہ کہہ سکے اور پھر ہمیں معلوم ہوا تھا کہ ڈاکٹر بھی انہیں دیکھ چکا ہے اور موت کی تصدیق کر چکا ہے۔"

"شکریہ، ہمیں یہی معلوم کرنا تھا۔"

ہم نے غازی کا بھی شکریہ ادا کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" اخلاق بولا۔

"میں ان گورکنوں سے بھی چند سوال کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے

قبر کھودی تھی"

"عجیب کیس ہے، قبروں، مُردوں، نہلانے والوں اور گورکنوں سے واسطہ آپڑا ہے۔" اشفاق نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"چلو اچھا ہے۔ مرنے کی پریکٹس ہو جائے گی۔" آفتاب مسکرایا۔

"فضول باتیں نہ کرو، مرنے کی پریکٹس، بھلا یہ کیا بات ہوئی" میں نے جھلا کر کہا۔

گورکنوں نے بھی ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ یہ دو تھے۔

"کیا آپ کا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے؟" ان میں سے ایک بولا۔

"نہیں، اللہ کی مہربانی سے ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر کیا بات ہے؟"

ابھی تک ہم ان کے کمرے کے دروازے پر ہی کھڑے تھے، انھوں نے ہمیں اندر داخل ہونے کے لیے نہیں کہا تھا اور نہ راستہ دیا تھا۔ ان کا یہ کمرہ قبرستان کے ایک سرے پر بنا ہوا تھا۔

"کیا آپ ہمیں بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہیں گے۔" میں بول اٹھا۔

"چلیے آ جائیں۔" ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم اندر داخل ہوئے۔ اندر دو چارپائیاں بچھی تھیں۔ کمرے کے فرش پر کھجور کی چٹائیاں بچھی تھیں۔ ان پر چلتے ہوئے ہمیں یوں

لگا، جیسے چٹائی کے نیچے کاغذ بچھے ہوں۔ کمرے میں کوئی الماری نہیں تھی۔ ایک چارپائی پر ہم اور دوسری پر وہ بیٹھ گئے۔ ہر چیز سے غربت ٹپک رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں موٹے موٹے نگوں والی انگوٹھیاں تھیں۔

"سیٹھ امداد شاہ کی قبر آپ دونوں نے ہی کھودی تھی؟"

"ہاں، کیوں کیا بات ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ان کی قبر کھودی گئی ہے۔ اس وقت ہم چاروں بھی پولیس کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ ہم نے آپ کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار صاف دیکھے تھے، آخر آپ لوگ گھبرا کیوں گئے تھے؟"

"ہم نے قبریں تو بے شمار کھودی ہیں، لیکن کسی مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر کھودنے کا اتفاق پہلی بار ہوا تھا۔ اسی لیے ہم گھبرا گئے تھے۔ ہم پر خوف طاری تھا کہ نہ جانے مردہ کس حالت میں ہوگا۔"

"لیکن اندر سے مردہ نکلا ہی نہیں۔"

"ہاں، اسی پر تو ہم اب تک حیران ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ قبر میں سے مردہ کہاں چلا گیا؟" اشفاق نے پوچھا۔

"بھلا ہم کیا بتا سکتے ہیں۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیا پہلے بھی کبھی ایسا ہوا ہے — میرا مطلب ہے، کسی قبر کا مردہ غائب ہوا ہے۔" آفتاب نے سوال کیا اور ہم نے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کی۔

"کیا بات کرتے ہیں، مردے بھی بھلا کبھی غائب ہوتے ہیں۔"

"ہاں، کیوں نہیں — سیٹھ امداد شاد کا مردہ غائب ہوا تو ہے۔" اشفاق نے جلدی سے کہا۔

"ہم نے بتایا نا، یہ ہماری زندگی کا سب سے پہلا واقعہ ہے۔"

"اچھا بہت بہت شکریہ، معلوم ہوگیا کہ آپ ہمیں کوئی خاص بات نہیں بتا سکتے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا — تینوں نے میرا ساتھ دیا —

قبرستان سے باہر نکل کر میں ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا۔

"کیوں بھائی جان، کیا تھک گئے ہیں؟"

"نہیں، اس کیس میں صرف عقلی گھوڑے دوڑانے سے کام نہیں چلے گا، ہمیں ہاتھ پیر بھی ہلانا پڑیں گے۔" میں نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں، جیسے ہم شروع سے اب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوں۔" آفتاب نے برا مان کر کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا — خیر سنو، بلکہ اپنے کان ادھر دو۔ تم تینوں کو ایک ایک کام کرنا ہے۔"

"اور آپ کیا کریں گے؟" اشفاق نے منہ بنایا۔

"میں بھی آرام سے نہیں بیٹھ جاؤں گا، کام ہی کروں گا، فکر نہ کرو۔" میں جھنجلا اٹھا —

"خیر بتائیے، ہمارے بس میں ہوا تو ہم اپنے اپنے حصے کا کام ضرور کریں گے۔" اخلاق جلدی سے بولا۔

جوں ہی میں نے اخلاق کو بتایا کہ اسے کیا کرنا ہے، وہ بھڑک اٹھا:

"مجھ سے یہ کام تو ہرگز نہیں ہوگا۔"

"بہت بزدل ہو تم۔" میں نے اسے طعنہ دیا۔

"میں بزدل ہی بھلا۔" اس نے ٹس سے مس نہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا یوں کرو، تم اپنی مدد کے لیے آفتاب کو ساتھ رکھ لو۔ اس صورت میں تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"چلیے خیر، آپ کی بات مانے لیتا ہوں، لیکن یہ کام ہے بہت خوف ناک —"

"بہادر بنو بہادر — اور اشفاق تم بھی اپنا کام سن لو۔"

اشفاق اپنے حصے کا کام سن کر کچھ نہ بولا؛ گویا اس نے رضامندی ظاہر کردی۔

تھوڑی دیر بعد ہم تین حصوں میں تقسیم ہو کر الگ الگ منزل کا رخ کر رہے تھے، میں سیدھا اکبر ڈاکٹر کے ہاں پہنچا۔ وہ ابھی تک

اپنے دفتر میں موجود تھے۔ تاہم اس وقت ان کے پاس کوئی موکل
نہیں تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ ابھی تک دفتر میں موجود ہیں، ورنہ
مجھے گھر جانا پڑتا۔"

"خیر تو ہے، کیا آپ نے کوئی خاص بات معلوم کرلی ہے؟"

"جی ابھی تک نہیں، لیکن بہت جلد ہم کوئی کام کی بات
معلوم کرلیں گے۔"

"آپ کے ساتھ آپ کے بھائی نظر نہیں آرہے۔"

"اس کیس پر کام کرنے کے لیے ہمیں تین حصوں میں
بٹنا پڑا ہے۔" میں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"اوہو اچھا، اس کا مطلب ہے، کام زور شور سے ہو رہا
ہے۔"

"جی یہی سمجھ لیں۔" میں مسکرایا۔

"اچھا خیر، بتائیے کیا بات ہے؟"

"کیا آپ میرے ساتھ حوالات تک چل سکتے ہیں؟" میں نے
ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یا اللہ رحم، یہ آپ مجھے حوالات کیوں لے جانا چاہتے
ہیں؟"

"حوالات میں ذرا سیٹھ امداد شاہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا۔

"اچھی بات ہے، تو پھر چلیے، میں بھی فارغ ہو چکا ہوں۔"

ہم دونوں حوالات پہنچے۔ سلاخوں کے پیچھے سیٹھ امداد شاہ ہمیں
دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور سلاخوں سے آ لگا۔

"یہ کیا ہوا، انھوں نے تو مجھے گرفتار کر لیا ہے۔" اس نے
گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ اکبر ڈاکٹور صاحب صبح آپ کی ضمانت
کی کوشش کریں گے۔" میں نے کہا اور اکبر ڈاکٹور نے مجھے گھور
کر دیکھا۔ شاید انھوں نے ابھی ایسا کوئی پروگرام نہیں بنایا تھا۔

"کیا یہ ٹھیک ہے؟" سیٹھ امداد شاہ کے لہجے میں اب بھی
گھبراہٹ باقی تھی۔

"ہاں، آپ فکر نہ کریں۔ میں صبح ہی آپ کی ضمانت کی کوشش
کروں گا۔" آخر اکبر ڈاکٹور بولے اور میں نے دل ہی دل میں ان کا
شکریہ ادا کیا۔

میں بغور سیٹھ امداد شاہ کا جائزہ لیتا رہا اور ساتھ ساتھ ادھر
ادھر کے سوالات بھی کرتا رہا۔ اس دوران اکبر ڈاکٹور مجھے گھور گھور
کر دیکھتے رہے۔ جیسے کہہ رہے ہوں، یہ تم کس قسم کے سوالات
کر رہے ہو۔ آخر تقریباً پانچ منٹ بعد میں نے ایک آخری سوال
کرکے گفت گو کا سلسلہ ختم کر دیا۔ میرا آخری سوال یہ تھا:

"کیا آپ کو پوری طرح یقین ہے کہ آپ سیٹھ امداد شاہ ہی ہیں؟"

میرے اس سوال پر سیٹھ امداد شاہ اور اکبر دانشور نے مجھے گھور کر دیکھا، جیسے ایک ساتھ کہہ رہے ہوں، کہیں آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا۔ سیٹھ امداد شاہ کو خاموش پا کر میں نے پھر کہا:

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"آپ کا سوال ہی عجیب ہے۔ بھلا مجھے اس بات میں شک کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں سیٹھ امداد شاہ نہیں ہوں۔ میں سو فی صد سیٹھ امداد شاہ ہوں۔"

"لیکن اگر انسپکٹر جلالی نور نے سیٹھ امداد شاہ کا اصلی مردہ تلاش کر لیا تو پھر آپ کہیں کے نہیں رہیں گے اور ساتھ ہی ہماری بھی مٹی پلید کرائیں گے۔"

"میں ایک ہی جسم کا آدمی ہوں۔ میرے دو جسم نہیں ہیں جناب۔" اس نے برا مان کر کہا۔

"اوہ ہاں ۔۔ یہ تو میں بھول ہی گیا۔" میرے منہ سے نکلا۔

"کیا بھول گئے؟" اکبر دانشور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہ یہ ایک ہی جسم کے آدمی ہیں۔" میں نے اپنی مسکراہٹ

کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ سوالات کا سلسلہ مکمل کر چکے ہیں؟" اکبر دانشور نے پوچھا۔

"جی ہاں، آئیے واپس چلیں۔"

ہم جوں ہی مڑے، میری نظر جلالی نور پر پڑی۔ وہ میرے عین پیچھے کھڑا تھا اور شاید اس نے وہ ساری گفتگو سن لی تھی جو میرے اور سیٹھ امداد شاہ کے درمیان ہوئی تھی۔

"صبح اس فریبی آدمی کی ضمانت نہیں ہو سکے گی۔" اس نے کہا۔

"کیا یہ کوئی اخباری خبر ہے جناب؟"

"اخباری خبریں غلط ہو سکتی ہیں اور عام طور پر ہوتی ہیں، بلکہ بعض اخبار تو بالکل بے پر کی اڑاتے ہیں، لیکن میری بات ہمیشہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔"

"معاف کیجیے گا جناب، اگر ہم انہیں صبح ہونے سے پہلے بے گناہ ثابت کر دیں تو آپ ان کی ضمانت ہونے سے کیسے رکوا سکتے ہیں؟"

"تم لوگ اسے بے گناہ ثابت نہیں کر سکو گے، کیونکہ یہ سراسر دھوکے باز ہے۔"

"تو کیا آپ نے سیٹھ امداد شاہ کا مردہ تلاش کر لیا ہے؟"

"ہاں، تلاش کر لیا ہے۔"

"کیا؟" میں زور سے اچھل پڑا۔ اکبر راٹھور اور سیٹھ امداد شاہ کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔

دوسری قبر

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ ہم نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا تھا کہ سیٹھ امداد شاہ کا مردہ بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ بات درست تھی تو پھر تو یہ شخص جو حوالات کی سلاخوں کے پیچھے تھا، مکمل طور پر دھوکے باز ثابت ہو جاتا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب۔" اکبر راٹھور نے حیرت بھری آواز میں پوچھا۔

"میں قبرستان کا جائزہ لے آیا ہوں۔ آپ لوگوں سے غلطی یہ ہوئی کہ سیٹھ امداد شاہ کی قبر کی بجائے کوئی اور قبر کھود ڈالی۔ اس کے بالکل ساتھ والی قبر دراصل امداد شاہ کی ہے۔"

"ہائیں، یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟" میں تقریباً چیخا۔

"یہی بات ہے، اب چونکہ سیٹھ امداد شاہ کی قبر کھودی ہی نہیں گئی، اس لیے ان کا مردہ ضرور قبر میں موجود ہے۔" جلالی نور نے اکڑ کر کہا۔

"تو کیا آپ دوسری قبر بھی کھدوا چکے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، بھلا اس کی کیا ضرورت ہے۔ ظاہر ہے، مردہ قبر میں موجود ہوگا۔" جلالی نور بولا۔

"لیکن جناب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" جلالی نور نے مجھے گھور کر دیکھا۔

"اگر سیٹھ امداد شاہ کی قبر دوسری ہے تو آپ کے خیال میں اس قبر میں ان کا مردہ بھی موجود ہے۔ تو اس قبر کا مردہ کہاں گیا جو ہم نے کھدوائی ہے؟"

"یہی تو اس فراڈ آدمی سے غلطی ہوئی ہے۔ اس نے سیٹھ امداد شاہ کا بہروپ بھرا اور اپنے خیال میں ان کا مردہ غائب کر دیا۔ لیکن اس سے غلطی یہ ہوئی کہ سیٹھ امداد کی قبر کی بجائے ساتھ والی قبر کا مردہ غائب کر دیا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ لوگ جب قبر میں مردہ نہیں پائیں گے تو اس کی باتوں پر ایمان لے آئیں گے۔"

"اس صورت میں آپ کو یہ بات ثابت کرنا ہوگی کہ یہ صاحب میک اپ میں ہیں۔"

"کوئی ایسے ویسے میک اپ میں۔ ارے صاحب اس نے تو اپنے چہرے پر شاید پلاسٹک سرجری کا عمل کرا رکھا ہے۔ میں نے سنا ہے، ہمارے ملک میں بھی اب پلاسٹک سرجری کے ماہر آگئے ہیں اور لمبی چوڑی رقموں کے بدلے میں اس قسم کے کام کر دیتے ہیں۔"

"اور وہ مردہ بھی تلاش کرنا ہوگا جسے انہوں نے غائب کر دیا ہے۔" میں نے پھر اور بھی میں کہا۔

"ہاں، میں یہ سب کر لوں گا۔ یہ میرا کام ہے۔ آپ لوگ فکر نہ کریں اور ان کی ضمانت کا خیال دل سے نکال دیں۔"

"اس حالت میں تو خیال دل سے نکالنا ہی ہوگا۔" میں بڑبڑایا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں اصلی سیٹھ امداد شاہ ہوں۔ میں قطعاً کوئی دھوکے باز نہیں ہوں۔"

"آپ دل کے پاس سے اپنی قمیص ہٹا کر دکھا سکتے ہیں؟" اچانک میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" سیٹھ امداد شاہ چونک کر بولا۔

"اگر آپ اصلی سیٹھ امداد شاہ ہیں تو پھر آپ کے دل کے مقام پر ایک سیاہ تل ہونا چاہیے۔"

"اوہ ہاں، تل موجود ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا اور قمیص اٹھا دی۔ ہم نے دیکھا، وہاں واقعی تل موجود تھا۔

"یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ اگر چہرے بدلے جا سکتے ہیں تو مصنوعی تل بھی لگایا جا سکتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص نے سیٹھ امداد شاہ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اسے ان کے بارے میں ہر بات معلوم ہے۔ اس قسم کے فراڈ کیس میں نے پہلے بھی

حل کیے ہیں۔" جلالی نور نے شوخ آواز میں کہا پھر جلدی سے بولا:
"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شخص سیٹھ امداد شاہ کا ملازم رہا ہو
یا دوست رہا ہو اور اس نے یہ اُن کا منصوبہ سوچا ہو کہ ان کے مرنے
کے بعد ان کے روپ میں زندہ ہو کر سامنے آ جائے۔"

"ایسا کر کے انہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جائیداد وغیرہ تو
اب سیٹھ امداد شاہ کے بچوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔"

"تو کیا ہوا، باپ کی حیثیت سے یہ اس گھر میں اب بھی رہ
کر سکتا ہے۔"

"ہوں، تو کیا آپ دوسری قبر کھدوا کر نہیں دیکھیں گے؟"

"اس کی ضرورت نہیں — سیٹھ امداد شاہ کے بچوں اور ملازموں
کی اتنی شہادت کافی ہے کہ جو قبر کھودی گئی، وہ ان کے والد کی
نہیں تھی، بلکہ ان کے والد کی قبر تو ساتھ والی ہے۔"

"پھر دیکھا جائے گا۔" میں نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔
جلالی نور اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا — میں اکبر راٹھور کی طرف
مڑا۔

"آپ سے یہ بھول کس طرح ہو گئی کہ کسی دوسری قبر کو سیٹھ
امداد شاہ کی قبر بتا دیا۔"

"قبرستان میں ایسی غلطی کا امکان ہوتا ہے — جس روز سیٹھ
امداد شاہ کو دفن کیا گیا، اس روز ان کے بالکل ساتھ کوئی قبر نہیں

تھی، وہ ضرور اس کے بعد بنی ہوگی — شاید اسی رات یا دوسری صبح۔
اب پندرہ دن بعد جو آدمی قبرستان جائے گا، اس سے ایسی بھول
ہو سکتی ہے، لیکن سب سے زیادہ حیرت تو یہ ہے کہ اس قبر کا
مردہ کہاں گیا؟"

"معاملہ بہت الجھ گیا ہے۔" میں نے کہا، پھر سلاخوں کی طرف
مڑا — سیٹھ امداد شاہ بجھی ہوئی آنکھوں سے ہماری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا آپ واقعی سیٹھ امداد شاہ ہیں؟" میں نے ایک ایک لفظ
پر زور دیتے ہوئے کہا — اور اس کی آنکھوں میں بغور جھانکا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی
آواز میں کہا۔

"گویا آپ دھوکے باز نہیں ہیں؟"

"نہیں۔" وہ بولا۔

"اگر یہ سچ ہے تو پھر آپ کی قبر میں آپ کا مردہ نہیں ہونا
چاہیے، لیکن سوال تو یہ ہے کہ دوسری قبر کا مردہ کہاں چلا گیا۔" اسے
اچانک میں زور سے اچھلا — میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
کیونکہ اس وقت مجھے ایک خیال سوجھا تھا — اس وقت اگر آفتاب
میرے ساتھ ہوتا تو یہ ضرور کہتا:

"یہ اسے کہاں سے ٹپک پڑا۔"

○

مسٹر اکبر راٹھور نے میرے چہرے پر حیرت کے بادل دیکھ کر حیرت
سے پلکیں جھپکائیں اور پھر بولے:
"خیر تو ہے، کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے کیا؟"
"نہیں، مجھے ایک خیال سوجھا ہے، آئیے چلیں" یہ کہہ کر میں
نے سلاخوں کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص سے کہا:
"اگر آپ واقعی سیٹھ امداد شاہ ہیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت
آپ کو سلاخوں کے پیچھے نہیں رکھ سکے گی — ہم آپ کی ضمانت ضرور
کرائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ آئیے راٹھور صاحب چلیں۔"
ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اکبر راٹھور حیران تھے، لیکن پولیس
سٹیشن سے باہر نکلنے سے پہلے میں نے ایک لفظ بھی منہ سے نہ
نکالا — جب کئی قدم دور آ گئے تو راٹھور صاحب سے نہ رہا گیا —
"کچھ بتائیں گے بھی یا نہیں"
"ایک خیال مجھے سوجھا ہے اور اس خیال نے کیس کی گویا کایا
ہی پلٹ دی ہے — سنیئے، جو قبر ہم نے کھدوائی، اس میں کوئی مردہ
نہیں تھا، لیکن قبر اوپر سے ہمیں بالکل درست حالت میں ملی تھی
گویا مردے کے قبر سے نکلنے کے بعد قبر کو درست حالت میں کیا گیا

تھا۔ مگر ایسا کس نے کیا؟"
"اس سوال کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ ایسا اس شخص
نے کیا، جس نے مردہ قبر سے نکالا، تاکہ اس کا جرم چھپا رہے یا فوری
طور پر کسی کو پتا نہ لگ سکے اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جو اس
وقت سلاخوں کے پیچھے ہے۔"
"تو کیا آپ بھی انہی کو دھوکے باز سمجھنے لگے ہیں؟"
"ان حالات میں میں اور کیا کر سکتا ہوں" اکبر راٹھور نے منہ
بنایا —
"لیکن جب تک سیٹھ امداد شاہ کی قبر نہ کھدوا کر دیکھ لی جائے،
اس وقت تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچنا چاہیے۔ اگر ان کی قبر میں ان
کا مردہ موجود نہیں ہے، تو پھر یہ شخص دھوکے باز ہرگز نہیں ہو
سکتا — اس صورت میں ہم جرم کی بو سونگھے بغیر نہیں رہ سکتے، کیونکہ
اس وقت یہ سوال پیدا ہو گا کہ قبر کو اصلی حالت پر کون لایا۔ اسے
ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے جلدی جلدی کہا۔
"ہوں، آپ کی بات میں بھی وزن ہے، گویا آپ یہ چاہتے
ہیں کہ میں اب ایک اور قبر کھدوانے کا اجازت نامہ حاصل کروں؟"
"ہاں، یہ تو کرنا ہی ہو گا، ورنہ ہم ہار جائیں گے — جلالی تو
سیٹھ امداد شاہ کی ضمانت نہیں ہونے دے گا۔"
"خیر، میں کوشش کرتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ ہی چلیے۔ اب

جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہو جاتا، سکون تو ملے گا نہیں۔" اس کے لہجے میں قدرے جھنجلاہٹ تھی۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔"

اکبر داؤد نے اپنی سی کوشش کر دیکھی، لیکن کامیابی نہ ہوئی — جلالی نور نے ہمارے راستے میں پتھر رکھ دیے تھے۔ ہر جگہ سے یہی جواب ملا کہ اس کیس کے انچارج جلالی نور ہیں۔ قبر صرف وہی کھلوا سکتے ہیں یا پھر عدالت سے اجازت حاصل کی جائے — ہم بجھا کر رہ گئے۔ اب صبح تک انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا — اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ یہ چکر پانچ بجے شروع ہوا تھا — اچانک مجھے ارشد کا خیال آیا — ہم اسے دفتر میں چھوڑ آئے تھے۔ میں بے چین ہو گیا، پھر خیال آیا — وہ دفتر بند کر کے اور ابا جان کو بتا کر چلا گیا ہوگا، لیکن میری بے چینی کم نہ ہوئی اور اکبر داؤد سے رخصت ہو کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر دفتر پہنچا، دوسرے ہی لمحے میں ٹھٹک کر رہ گیا — دفتر کھلا تھا، لائٹ جل رہی تھی اور اندر نہ صرف ارشد موجود تھا، بلکہ ابا جان اور امی جان بھی موجود تھے۔ تینوں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ قدموں کی آہٹ سن کر انہوں نے چونک کر دیکھا اور پھر امی جان بول اٹھیں:

"اپنے تینوں بھائیوں کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟"

"وہ کیس کے سلسلے میں ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔"

میں نے جواب دیا —

"تو کیا رات بھر ڈیوٹی دیں گے؟" انہوں نے فکرمندانہ لہجے میں پوچھا

"ہاں امی جان، معاملہ ہی ایسا ہے — اور بھئی ارشد، یہ کیا، تم ابھی تک یہاں موجود ہو؟"

"مجھے آپ یہ کب کہہ کر گئے تھے کہ دفتر کس وقت بند کرنا ہے؟" ارشد بولا۔

"ہاں بھئی، میں نے اسے بہت کہا، لیکن یہ مانا ہی نہیں — کہنے لگا، جب تک تم لوگ واپس نہیں آ جاتے، میں نہیں جاؤں گا، چنانچہ ہمیں بھی اس کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔" ابا جان نے بتایا۔

"وہ، یہی مجھے فکر تھا — ارشد، تمہیں چاہیے تھا کہ دفتر بند کر کے ابا جان کو بتا کر چلے جاتے۔ ہم کوئی اعتراض نہ کرتے۔"

"بہت بہتر — آئندہ ایسا کر لیا کروں گا۔" اس نے کہا۔

"شوکی، معاملہ کیا ہے، تم بہت سنجیدہ نظر آ رہے ہو؟"

"جی ہاں، معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔" یہ کہہ کر میں نے انہیں ساری تفصیل سنا دی۔ وہ سوچ میں ڈوب گئے، آخر بولے۔

"یہ تو واقعی بہت الجھا ہوا معاملہ ہے۔"

"اور مزے کی بات یہ کہ اس کیس میں انہیں ملا بھی کچھ نہیں۔" امی جان بولیں —

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا امی جان — اگر ہم نے سیٹھ امداد
شاہ کو سیٹھ امداد شاہ ثابت کر دیا' تو ہمیں ہماری تجوری مل جائے [illegible]
"ہاتھ آئی دولت ہی اپنی سمجھی جا سکتی ہے" امی جان [illegible]
کر بولیں —
"لیکن امی جان' دولت ہی تو سب کچھ نہیں — اس دنیا [illegible]
انسانی قدریں بھی کوئی چیز ہیں" میں نے نہایت ادب سے کہا
"بالکل ٹھیک کہا بیٹے تم نے — اور پھر ہاتھ آئی دولت کو [illegible]
ہم اپنا نہیں سمجھ سکتے' وہ کسی وقت بھی ہمارے ہاتھ سے نکل سکتی
ہے" آپا جان نے میری تائید کی اور امی جان کا منہ بن گیا۔
"ٹھیک ہے ارشد' تم جاؤ' بلکہ نہیں — میں تمہیں تمہارے گھر
چھوڑ آتا ہوں۔ تمہاری امی بھی تو پریشان ہوں گی — آپ دونوں بھی
آرام کریں۔ میں دفتر کے دروازے کو تالا لگا کر چلا جاتا ہوں' تاکہ
میرے لوٹنے پر آپ کو بے آرامی نہ ہو"
"اچھی بات ہے"
ارشد کو اس کے گھر چھوڑ کر میں گھر لوٹنے کی بجائے قبرستان
کی طرف چل پڑا — ذہن بہت الجھا ہوا تھا — جی چاہتا تھا' فوراً
خود جا کر سیٹھ امداد شاہ کی قبر کھود ڈالوں — اور دیکھوں کہ اندر سیٹھ
امداد شاہ کا مردہ ہے یا نہیں' لیکن جلال نور نے ہر راستہ بند کر دیا
تھا اور ہم کوئی غیر قانونی قدم اٹھا نہیں سکتے تھے۔ اس کا د[illegible]

نے آئی جی صاحب سے کر رکھا تھا۔
قبرستان میں ہولناک سناٹا طاری تھا — اندر داخل ہوتے
وقت میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا — رات کے وقت کبھی تنہا
قبرستان آنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اپنے اندازے کے مطابق میں
سیٹھ امداد شاہ کی قبر کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ ایک طرف چند
آدمیوں کی موجودگی کا احساس ہوا۔ میرے قدم خود بخود ادھر اٹھنے
لگے۔ اچانک کسی نے میرا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا — میں دھک
سے رہ گیا۔ میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی —
آج چاند نہیں نکلا تھا — مطلع ابر آلود تھا' آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
دیکھا تو اپنے آس پاس آفتاب اور اخلاق کو پایا — دونوں نے
ہونٹوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی! گویا مجھے خاموش رہنے کا اشارہ
کر رہے تھے۔
"یہ کیا ہو رہا ہے؟" میں نے اشاروں میں پوچھا۔
"ادھر دو آدمی ایک قبر کھود رہے ہیں" اخلاق نے بھی
اشاروں میں جواب دیا —
"بس دو آدمی" میں نے انگلیوں کے اشارے سے کہا۔
"ایک تیسرا آدمی بھی موجود ہے"
ہم درختوں کی اوٹ لے کر آگے کھسکنے لگے۔ ہمارے دل
زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ حلق سوکھ رہے تھے اور [illegible]

معلوم ہو رہا تھا جیسے ان میں کانٹے پڑ گئے ہوں۔ ایسے میں اگر وہ لوگ ہمیں دیکھ لیتے تو ہم ضرور خطرے میں پڑ جاتے۔ اس لیے ہم نے دم سادھ لیے تھے۔ حیرت تھی کہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

چار گواہ

سیٹھ امداد شاہ عدالت کے کٹہرے میں موجود تھا۔ اکبر راٹھور اس کے وکیل کی حیثیت سے موجود تھے۔ ہم عدالت کی اگلی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ اچانک جلال نور سرکاری وکیل کے ساتھ کمرۂ عدالت میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ کرسیوں پر سیٹھ امداد شاہ کے دونوں بیٹے اور بیٹی بھی موجود تھے۔ ملازم غازی بھی تھا، البتہ مالی اور باورچی نہیں آئے تھے۔ سب لوگ جج صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر جج صاحب بغلی دروازے سے کمرہ عدالت میں داخل ہوئے۔ سب لوگ ان کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ان کے بیٹھنے کے بعد بیٹھ گئے۔ انھوں نے سب سے پہلے تو ملزم پر ایک نظر ڈالی، پھر دونوں وکیلوں پر، اور آخر میں سب تماشائیوں کو دیکھا۔ ان کی نظریں ہم پر ٹھہر گئیں۔ ہمارے مشورے کی روشنی میں اکبر راٹھور نے کیس انھی جج صاحب کی عدالت میں لگوایا تھا۔ جن کی عدالت میں ہم پہلے ہی دو

مقدمے لڑ چکے تھے۔

"اور ہو! ہم لوگ بھی موجود ہوتے" انھوں نے بدستور ہماری طر[ف]
دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، اتفاق سے ہم اس کیس سے متعلق ہیں۔"

"خوب، کارروائی شروع کی جائے۔"

سرکاری وکیل نے سیٹھ امداد شاہ کے بارے میں ساری تفصیل
کہہ سنائی اور آخر میں کہا:

"ان حالات کی روشنی میں یہ شخص بالکل فراڈ ہے، لہٰذا اس
کی ضمانت کسی صورت منظور نہ کی جائے اور مزید تفتیش کی اجازت
دی جائے۔ ملزم کے جسمانی ریمانڈ کی بھی درخواست کی جاتی ہے کیونکہ
اس سے بہت کچھ اگلوانا ہے۔"

جج صاحب نے اکبر دانشور کی طرف دیکھا اور انھوں نے
بیان شروع کیا۔ ہم نے صبح سویرے ان سے بات کی تھی اور ا[نھیں]
مشورہ دیا تھا کہ وہ سب سے پہلے جج صاحب سے اصل قبر کھ[ودنے]
کی اجازت حاصل کریں، کیونکہ اس کے بغیر اس بات کا فیصلہ [کسی]
صورت بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ اصلی امداد شاہ ہیں یا نقلی؛ چنا[نچہ]
انھوں نے سب سے پہلے اسی بات پر زور دیا۔ جج صاحب [نے]
ہم پر ایک نظر ڈالی، پھر مسکرائے اور بولے:

"ٹھیک ہے، یہ بہت ضروری ہے۔ سب لوگوں کی موجو[دگی]

[می]ں وہ قبر بھی کھودی جائے۔ بعد دوپہر عدالت اس کیس کو پھر
[س]ے سنے گی۔"

ہم سب باہر نکل آئے۔ جلالی نور ذرا بھی فکرمند نظر نہیں
آ رہا تھا۔ شاید اسے یقین تھا کہ سیٹھ امداد شاہ کی قبر میں ان کا مردہ
ضرور موجود ہوگا۔ سب لوگ قبرستان میں پہنچے۔ دونوں گورکنوں
کو بلایا گیا۔ وہ بھی حیران سے نظر آ رہے تھے۔ آخر انھوں
نے قبر کی کھدائی شروع کی۔ سب سکتے کے عالم میں کھڑے تھے۔ دل
دھک دھک کر رہے تھے۔ معاملہ عجیب نوعیت کا تھا۔

آخر قبر کا گڑھا گہرا ہو گیا۔ اینٹیں ہٹائی گئیں اور پھر سب کے
منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ہم چاروں نے اطمینان کے لمبے لمبے سانس
لیے۔ اندر مردہ موجود نہیں تھا۔ خالی قبر جلالی نور کا منہ چڑا رہی
تھی۔

بعد دوپہر عدالت کی کارروائی پھر شروع ہوئی۔ قبرستان میں عدالت
کا نمائندہ بھی ساتھ گیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ قبر میں امداد شاہ
کا مردہ موجود نہیں ملا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں؟" جج صاحب نے سرکاری وکیل کی
طرف دیکھا۔

"میں اب بھی یہی کہوں گا کہ یہ شخص فراڈ ہے اور اس نے امداد
شاہ کا مردہ کہیں غائب کر دیا ہے۔"

"جناب والا، اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس معاملے کو اسی
وقت صاف کر سکتے ہیں۔"

"اوہو، کیا واقعی؟" جج صاحب حیران ہو کر بولے۔
جلالی نور نے ہمیں گھور کر دیکھا۔ امداد شاہ نے چونک کر
دیکھا۔ اکبر راٹھور نے ہماری طرف بوکھلا کر دیکھا۔ تمام حاضرین نے
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا، جب کہ ہمارے چہروں پر اطمینان کا
ایک عالم طاری تھا۔

○

تھوڑی دیر تک گہری خاموشی طاری رہی۔ ایسا معلوم ہوتا
تھا، جیسے جج صاحب بھی اس معاملے میں گہری دلچسپی لے رہے
ہوں اور سوچ رہے ہوں کہ ہمیں موقع دیا جائے یا نہ۔ آخر
وہ بولے:

"ٹھیک ہے، عدالت وقت دینے کے لیے تیار ہے۔"

یہ سن کر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اکبر راٹھور کے برابر آ کر
کھڑا ہو گیا۔

"جناب والا، عدالت کی اجازت سے میں عدالت میں چارگوہا
کو بلانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن اس کے لیے آپ کو پہلے مردہ تلاش کرنا ہوگا۔ اگر
امداد شاہ کا مردہ مل جاتا ہے تو پھر یہ شخص ضرور فراڈ ہے۔ پھر اس
بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جائے گا۔" جج صاحب بولے۔

"معاف کیجیے گا جناب، یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اس قبر
کا مردہ کہاں گیا جو پہلے کھدوائی جا چکی ہے۔ اس طرح تو جلالی نور
صاحب کو اب دو دو مردے تلاش کرنا ہوں گے۔" میں نے اٹھ
کر کہا۔

اس پر تماشائیوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ جج صاحب نے ہتھوڑی
بجائی اور بولے:

"عدالت کے احترام کا خاص خیال رکھا جائے۔" پھر انہوں نے
سرکاری وکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"مسٹر شوکی نے بھی ایک معقول سوال اٹھایا ہے۔ آخر اس
قبر کا مردہ کہاں چلا گیا؟"

"ہم تفتیش کریں گے جناب والا۔"

"تو پھر فی الحال میں کٹہرے میں موجود شخص کی ضمانت منظور کیے
لیتا ہوں۔"

یہ سن کر جلالی نور کا چہرہ لٹک گیا۔ ہمارے ہاتھوں اسے
تیسری مرتبہ شکست ہو رہی تھی، لیکن ابھی تو اسے بہت کچھ برداشت
کرنا تھا؛ چنانچہ میں ایک بار پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اجازت ہے۔"

میں نے چار نام کاغذ کی چٹ پر لکھ کر عدالت کے اہل کار کو دیے اور عدالت آدھ گھنٹے کے لیے پھر برخاست ہو گئی — آدھ گھنٹے بعد جج صاحب پھر کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔

"گواہوں کو حاضر کیا جائے۔" انہوں نے حکم دیا۔

گواہوں کے کمرے سے پہلے، دو گواہ عدالت کے کمرے میں لائے گئے۔ اس وقت سب نے دیکھا، وہ دونوں وہ گورکن تھے، جن سے قبریں کھدوائی گئی تھیں — ان سے حلف اٹھوایا گیا۔

"مجھے ان سے سوالات کرنے کی اجازت دی جائے جناب والا۔" میں نے با ادب ہو کر کہا۔

"اجازت ہے، اگرچہ تم کوئی وکیل نہیں ہو، لیکن مخصوص حالات کے تحت تمہیں یہ اجازت دی جاتی ہے۔" جج صاحب بولے اور جلال نور کا منہ سرخ ہوتا نظر آیا۔

"شکریہ جناب والا۔" میں نے مسکرا کر کہا، پھر دونوں گورکنوں کی طرف مڑا — وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا — شاید کسی عدالت میں جانے کا یہ ان کا پہلا موقع تھا۔

"تم دونوں گورکن ہو؟" میں نے پہلا سوال کیا۔

"جی ہاں!" ان میں سے ایک بولا۔

"اجرت پر قبریں کھودتے ہو؟"

"جی ہاں۔" وہی بولا۔

"جب کسی گھر میں مرگ ہو جاتی ہے تو اس گھر کا کوئی فرد تمہارے پاس آ کر قبر تیار کرنے کا آرڈر دے جاتا ہے اور تم قبر تیار کر دیتے ہو۔ اس کے بعد لوگ جنازہ لے کر آتے ہیں اور تمہاری مدد سے مردے کو دفنا دیا جاتا ہے، یہی ہوتا ہے نا؟"

"جی ہاں، یہی ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"پندرہ دن پہلے تم نے سیٹھ اعادشاہ کی قبر بھی تیار کی تھی، ٹھیک ہے نا؟"

"جی ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔" اس مرتبہ دوسرے نے کہا۔

"مردے کو تمہارے سامنے قبر میں اتارا گیا تھا، اس میں کوئی شک تو نہیں؟"

"جی نہیں۔" جواب دیا گیا۔

"آج تم دونوں سے وہی قبر کھدوائی گئی اور اس کے اندر مردہ نہیں تھا۔ یہ بھی ٹھیک ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اب میں ایک سوال کرتا ہوں — واضح رہے کہ تم دونوں حلف اٹھا چکے ہو۔ تم جو کچھ کہو گے، سچ کہو گے اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہو گے — سوال یہ ہے، پندرہ دن پہلے رات نو دس بجے کے

قریب سیٹھ امداد شاہ کو دفن کیا گیا تھا — کیا اسی رات ایک دو گھنٹے کے بعد ہی تم دونوں نے اس قبر کو دوبارہ کھدوا تھا؟"

" نن' نہیں — بھلا ہم دوبارہ کیوں کھودتے" پہلا گھبرا کر بولا۔

" تو پھر تم گھبرا کیوں رہے ہو؟ اس سوال سے پہلے تم نے کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے گھبرانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی پھر اس سوال میں کیا بات ہے کہ تم گھبرا گئے۔ تمہارے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، بتاؤ ایسا کیوں ہے؟" میں نے کسی دھڑلے دار وکیل کے سے انداز میں پر زور لہجہ اختیار کیا — دونوں گورکن اور بھی بوکھلا گئے۔ جج صاحب اور تماشائیوں کی دل چسپی یک لخت بہت بڑھ گئی — جج صاحب تو کرسی کی پشت سے ہٹ کر آگے کو جھک آئے۔ تماشائی بھی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

" ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے" دوسرا گورکن بولا۔

" تم کہو تو تمہیں آئینہ منگا کر دکھا دیا جائے — خیر چھوڑو ایک سوال اور — پندرہ دن پہلے امداد شاہ کی قبر کے ساتھ ہی ایک اور قبر بھی کھودی گئی تھی؟"

" ہاں' یہ ٹھیک ہے" پہلا گورکن بولا۔

" اور اس قبر کو بھی تم نے صرف ایک یا دو گھنٹے بعد دوبارہ کھودا تھا؟"

" نن نہیں' بھلا ہم ایسا کیوں کرتے" وہ پھر بوکھلا گئے۔ میں

بے ساختہ مسکرا اٹھا۔ جج صاحب بھی مسکرائے۔

" خیر' تم انکار کیے جاؤ' کل شام بھی کوئی جنازہ قبرستان آیا تھا" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

" ہاں' آیا تھا"

" اور رات تم دونوں اس کی قبر بھی دوبارہ کھود رہے تھے۔ تمہارے پاس ایک تیسرا آدمی بھی موجود تھا' پھر تم نے مردہ قبر سے نکال کر اس شخص کے حوالے کر دیا اور یہ اس طرح ہوا کہ تم نے مل کر مردے کو اٹھایا اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے درختوں کے درمیان چھپی ایک کار تک پہنچے — تیسرے آدمی نے کار کی ڈگی کھولی اور مردے کو اس میں رکھ دیا گیا' پھر کار والے نے تمہیں کڑکڑاتے نوٹ دیے اور وہ کار میں بیٹھ کر چلا گیا" میں نہایت تیزی سے کہتا چلا گیا۔

" یہ بالکل غلط ہے' جھوٹ ہے' سراسر الزام ہے"

" اگر یہ جھوٹ ہے' سراسر الزام ہے تو پھر ہم تمہارے گھرے کی تلاشی لے لیتے ہیں۔ اگر گھرے کے فرش پر بھی چٹائی کے نیچے نوٹ نہ ورتہ رکھے" میں تو تم سچے' ورنہ جھوٹے' کیا خیال ہے اور یہاں بھی گورکن اتنے مال دار نہیں ہوتے کہ ہاتھوں میں ہیروں کی انگوٹھیاں پہن سکیں۔ تم دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک انگوٹھیاں ہیں' لیکن دراصل یہ ہیروں کی ہیں — اب کیا کہتے ہو؟"

گورکنوں کے لب گویا سل کر رہ گئے۔ ایک لفظ بھی نہ بول سکے
"جنابِ والا، پولیس کو ہدایت کی جائے کہ وہ گورکنوں کے کمرے کی
تلاشی لے اور چٹائی اٹھا کر دیکھے کہ نیچے کیا ہے۔ یہ تلاشی دو مجسٹریٹوں کو ساتھ
لے کر لی جائے۔"

"ٹھیک ہے، ان کے کمرے کی تلاشی لی جائے اور ان دونوں کو
حراست میں رکھا جائے۔" جج صاحب نے حکم دیا، پھر ہماری طرف مڑے۔

"تم نے چار گواہ بلائے تھے۔"

"جی ہاں، دو کو بھی حاضر کیا جاتا ہے۔"

جلد ہی دونوں گواہ کٹہرے کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ ان کے
چہرے زرد زرد تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے مردہ ہوں۔

"آپ لوگ کیا کام کرتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہم مُردوں کو نہلاتے ہیں۔" ایک بولا۔

"اجرت پر یہ کام کرتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"پندرہ دن پہلے تم نے سیٹھ امداد شاہ کی میت کو بھی نہلایا تھا؟"

"جی بالکل نہلایا تھا۔"

"یہ تم لوگوں کا روز کا کام ہے۔ عام طور پر جب تم مُردوں کو
نہلاتے ہو تو اس وقت مردہ جسموں کی کیا حالت ہوتی ہے؟"

"مردہ جسم اکڑے ہوئے اور بالکل سرد ہوتے ہیں۔"

"تو کیا سیٹھ امداد شاہ کا جسم بھی سرد اور اکڑا ہوا تھا؟"

"جی نہیں، ان کا جسم گرم اور نرم تھا۔ یہ دیکھ کر ہمیں بہت
حیرت ہوئی تھی۔ ہم نے ان کے دل کی دھڑکن محسوس کی۔ نبض بھی
دیکھی، لیکن زندگی کے کوئی آثار نظر نہ آئے اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم
تھا کہ ڈاکٹر بھی اپنا اطمینان کر چکا ہے، لہٰذا ہم نے انہیں نہلا دیا۔"

"شکریہ، بس آپ لوگوں سے یہی معلوم کرنا تھا۔" یہ کہہ کر میں جج
صاحب کی طرف مڑا۔

"جنابِ والا، اب میں عرض کرتا ہوں کہ دراصل ہوا کیا ہے اور
یہ چکر کیا ہے۔ سولہ دن پہلے سیٹھ امداد شاہ پر دل کا دورہ پڑا تھا،
لیکن پھر جلد ہی ان کی حالت سنبھل گئی اور رات ہونے تک وہ ایسے نظر
آنے لگے، جیسے انہیں کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ رات کو ان کی بیٹی انہیں دودھ
کا گلاس دینے گئیں تو وہ بالکل ٹھیک تھے، لیکن صبح وہ مردہ ملے۔
ڈاکٹر صاحب نے ان کی موت کی تصدیق کی، پھر انہیں نہلایا گیا۔ کفن
پہنایا گیا اور قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا گیا، لیکن اس کے ایک
آدھ گھنٹے بعد ہی گورکنوں نے ان کی قبر کو کھود ڈالا۔ ان کا جسم قبر
سے نکالا۔ ایسا کرتے وقت کفن ان کے منہ پر سے ہٹ گیا اور عین
اسی لمحے مردے نے آنکھیں کھول دیں۔ دراصل سیٹھ امداد شاہ کی موت
تو واقع ہوئی ہی نہیں تھی۔ ان پر تو سکتہ طاری ہو گیا تھا اور اسے مردہ
کر ڈاکٹر نے بھی موت کی تصدیق کر دی۔ لیکن پھر ان میں زندگی پیدا ہو

گئی اور انھوں نے اس وقت آنکھیں کھولیں، جب گورکن انہیں قبر سے نکال چکے تھے۔۔ اگر گورکن انہیں قبر سے نہ نکالتے تو پھر ان کی موت قبر میں واقع ہو جاتی۔ اس قسم کے کئی واقعات دنیا میں ہو چکے ہیں، لہذا یہ کوئی ناقابلِ یقین بات نہیں ہے۔۔ جوں ہی امداد شاہ نے آنکھ کھولی، گورکن ڈر گئے۔ ان کا ساتھی بھی ڈر گیا اور تینوں بھاگ کھڑے ہوئے۔۔ ان ہی کے دوڑتے قدموں کی آواز بیلٹھ امداد شاہ نے سنی تھی۔۔ اس کے بعد یہ قبرستان سے نکلے، لیکن چونکہ سڑک کے عین بیچوں بیچ چل رہے تھے، اس لیے ایک کار سے ٹکرا گئے۔۔ کار والا نیک آدمی تھا۔ وہ انہیں ہسپتال لے آیا، جہاں وہ پندرہ دن تک زیرِ علاج رہے اور وہاں سے فارغ ہو کر یہ ایڈووکیٹ صاحب کے پاس آ گئے۔ اب رہا یہ سوال کہ دونوں گورکن اس تیسرے آدمی کے لیے مردے کیوں نکالا کرتے ہیں اور وہ تیسرا آدمی مردوں کا کیا کرتا ہے، تو یہ اس شخص کو گرفتار کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔۔ جج صاحب کے ریڈر نے ریسیور اٹھا کر فون سنا اور پھر بولا :

"دونوں گورکنوں کے کمرے میں بچھی چٹائی کے نیچے سے ان گنت نوٹ قبضے میں لے لیے گئے ہیں۔۔ یہ تمام نوٹ بڑے ہیں۔"

"خوب، اب ان دونوں سے اگلوایا جائے کہ وہ تیسرا آدمی کون

ہے۔ اسے گرفتار کرکے عدالت میں پیش کیا جائے اور اس کے گھر کی
ی طرح تلاشی لی جائے، جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ شخص مردوں
کیا کرتا ہے۔ عدالت کل تک کے لیے برخاست کی جاتی ہے" یہ کہتے
ئے جج صاحب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔۔

تیسرا آدمی

ہم اکبر راٹھور کے ساتھ کمرۂ عدالت سے باہر نکلے۔ ادھر سیٹھ امداد
شاہ ہماری طرف چلے۔ ابھی وہ کچھ کہہ بھی نہیں پائے تھے کہ بہت
سے لوگوں نے ہمیں گھیر لیا — نظریں اٹھا کر دیکھا تو اخباری رپورٹر
ہمیں گھیرے میں لیے کھڑے تھے — ہم گھبرا گئے، بلکہ بوکھلا گئے
رپورٹروں نے ہم پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اکبر راٹھور ہمارے
ساتھ نہ ہوتے تو شاید ہم اتنی جلدی ان سے پیچھا نہ چھڑا سکتے
تیزی سے ایک ٹیکسی کی طرف بڑھے تو سیٹھ امداد شاہ کی آواز
ہمارے کانوں سے ٹکرائی،

"میں آپ لوگوں کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا اور
آپ کا معاوضہ لے کر دفتر میں حاضر ہوں گا۔"

"کوئی بات نہیں جناب! جو کچھ ہم نے کیا، ہمارا فرض تھا"
میں نے جلدی سے کہا اور وہ اپنے دونوں بیٹوں اور بیٹی کے ساتھ
ایک کار کی طرف بڑھ گئے — ہم بھی ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ اکبر

نے بھی ہمارے ساتھ دفتر تک جانے کا فیصلہ کیا۔

"آپ لوگوں نے تو کمال کر دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
اس قدر جلد کیس کی کایا پلٹ ہو جائے گی۔"

"اگر ہم رات بھر کام نہ کرتے تو شاید ایسا نہ ہوتا۔ میں نے
آفتاب اور اخلاق کی ڈیوٹی دونوں گورکنوں کی نگرانی پر لگا دی تھی۔
ان پر مجھے شروع سے ہی شک ہو گیا تھا، جب ہم نے انہیں پہلی
قبر کھدوانے کے لیے بلوایا تھا۔ قبر کھودتے وقت دونوں پریشان پریشان
لگ رہے تھے؛ حالانکہ اگر اس معاملے سے ان کا کوئی تعلق نہیں
تھا تو انہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی — دوسری
مرتبہ جب ہم نے ان سے قبر کھدوائی تو یہ اور بھی پریشان نظر آئے
تھے، پھر میں نے ان کے ہاتھوں کی انگوٹھیوں کو غور سے دیکھا تھا۔
انہوں نے ہیروں پر رنگ کیا ہوا ہے، لیکن رنگ پر باریک باریک
خراشیں پڑ گئی ہیں، جن سے ہیروں کی چمک چھپی نہ رہ سکی اور پھر
جب ہم ان کے کمرے میں بچھی چٹائی پر چلے تو ہم نے محسوس کیا کہ نیچے
بہت سے کاغذ بچھے ہیں، پھر جب رات کے وقت ہم نے انہیں قبر
کھودتے دیکھا تو اس تیسرے آدمی نے بہت سے نوٹ ان کے حوالے
کیے — ہم سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ اتنے بہت سے نوٹ کہاں رکھے
ہوں گے۔ آخر ہمت کر کے ہم نے ان کا تعاقب کیا اور پھر دروازے
کی جھری میں سے انہیں نوٹ چٹائی کے نیچے چھپاتے دیکھا۔ وہاں ان

گھنٹ نوٹ تھے — ہم سکتے کے عالم میں رہ گئے:

"بہر حال آپ کا یہ کارنامہ مدتوں یاد رہے گا اور ابھی تو
اس تیسرے آدمی کو بھی منظرِ عام پر آنا ہے۔ نہ جانے وہ کون ہو
گا۔ کیا آپ لوگ اندازہ لگا چکے ہیں کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟"
"میں نے اندازہ تو ضرور لگایا ہے، لیکن ابھی بتاؤں گا نہیں۔"
میں بولا۔

"خیر، کل معلوم ہو ہی جائے گا۔ آپ نے اپنے دو بھائیوں کو
تو قبرستان کے گورکنوں کی نگرانی پر مقرر کیا تھا، تیسرے بھائی کے
بارے میں نہیں بتایا؟" اکبر الشور کو جیسے اچانک خیال آیا۔
"اسے میں نے سیٹھ امداد شاہ کی حویلی کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔
میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اس واقعے سے متاثر ہو کر وہ تو کوئی حرکت
نہیں کرتے، لیکن اشفاق کا بیان ہے کہ ان میں سے کوئی بھی رات
کے وقت گھر سے باہر نہیں نکلا۔"
"گویا اب ہم کل پھر عدالت ہی میں ملیں گے — یہ کیس شاید مجھے
بھی کچھ شہرت دے دے اور میری بھی پریکٹس چمک اٹھے۔" اکبر الشور
کا لہجہ پر امید تھا۔
"اللہ پر بھروسہ رکھیں، وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے
دیتا۔"

ہمیں گھر کے دروازے پر اتار کر اکبر الشور اپنے گھر کی طرف

روانہ ہوئے۔ آج ہم اسکول نہیں جا سکے تھے۔ ہمیں چھٹی لینا پڑی تھی اور
اب ہم سوچ رہے تھے کہ وہ نقصان پورا کریں جو اسکول نہ جانے
کی وجہ سے ہو گیا تھا۔ یوں بھی اب دوسرے دن تک کوئی کام
نہیں تھا، کیس چونکہ دوسرے دن پر جا پڑا تھا، اس لیے کچھ وقت
کے لیے ہمیں کل بھی عدالت میں جانا تھا۔ ابا جان نے مقدمے کی
کارروائی بہت دلچسپی سے سنی اور مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ ہمارے
...ان نے بھی تھپکے، پھر بولے:
"پورے واقعات پر غور کرنے کے بعد میں نے یہ اندازہ لگا
لیا ہے کہ وہ تیسرا آدمی کون ہو سکتا ہے، لیکن میں تمہیں ابھی نہیں
بتاؤں گا۔"

"بھائی جان نے بھی اندازہ قائم کیا ہے ابا جان — انہوں نے
بھی ہمیں اندازے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، لیکن کچھ نہیں کہا
جا سکتا، ان کا اندازہ درست ہے یا غلط۔"
"میں اس شخص کا نام لکھ کر ایک لفافے میں رکھ دیتا
ہوں اور لفافے پر گوند لگا کر ایک الماری میں محفوظ کر دیتا
ہوں — کل جب وہ شخص سامنے آ جائے گا تو ہم وہ لفافہ
نکال کر دیکھ لیں گے۔"
"ترکیب تو اچھی ہے۔" آفتاب بولا۔
"ارے!" اچانک اشفاق اچھل پڑا۔

"ہمارے گھر کی کرسیوں میں کوئی گھٹل دیکھنے میں تو آیا نہیں
اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔
"بھائی جان، ہم سے ایک غلطی ہو چکی ہے۔" اشفاق نے
بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"جلدی بتاؤ، کیسی غلطی؟" میں نے بھی گھبرا کر پوچھا۔
"تیسرے آدمی تک اگر عدالت کی کارروائی کی رپورٹ پہنچ گئی
ہوگی تو وہ فوری طور پر شہر سے فرار ہونے کی کوشش کرے
بلکہ اب تک فرار ہو بھی چکا ہوگا۔ کیا آپ نے عدالت میں موجود
تمام تماشائیوں کو دیکھا تھا؟"
"ہاں، دیکھا تھا۔ لیکن وہ شخص تماشائیوں میں موجود نہیں تھا"
"لیکن اخبارات پڑھ کر اس نے یہ تو جان ہی لیا ہوگا
عدالت میں کیا کیس لگنے والا ہے۔ اگر وہ خود یا اپنے کسی آدمی
ذریعے ٹوہ میں رہا ہوگا، تو اس نے فرار ہونے میں دیر نہیں
لگائی ہوگی۔"
"اوہ، لیکن ابھی عدالت کی کارروائی ختم ہوئے زیادہ دیر نہیں
ہوئی۔ ہو سکتا ہے، وہ ابھی فرار نہ ہو سکا ہو۔" یہ کہتے ہی میں
سڑک پر چھلانگ لگا دی اور پھر دوڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ایک
گزرتی ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے اسے ایک
کا نام بتایا۔ ٹیکسی ہوا ہو گئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا، اخلاق اور

ے دوڑے آ رہے تھے، لیکن انہیں ساتھ لینے کا وقت گزر چکا
۔ رہ رہ کر مجھے یہ خیال ستا رہا تھا کہ اگر وہ فرار ہو گیا تو کیا
وگا۔

(۱)

دوسرے دن پہلے ہم سکول گئے۔ ہم نے اکبر داشمور سے بات
ر لی تھی۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ جونہی کیس لگنے لگے گا وہ
کول فون کر دیں گے اور ہم چھٹی لے کر عدالت میں پہنچ جائیں
گے؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جوں ہی ہمیں فون ملا، ہم چھٹی لے کر
دالت کی طرف روانہ ہو گئے اور جب کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے
ابھی جج صاحب ریٹائرنگ روم سے نہیں نکلے تھے۔ اکبر داشمور صاحب
ے کوشش کر کے کیس بعد دوپہر لگوایا تھا اور انہوں نے یہ ہماری
خواست پر کیا تھا، کیونکہ اب ہمیں عدالت سے پھر سکول جانے
ی ضرورت نہیں تھی۔
"کیا جلال نور نے دونوں گورکنوں سے اس تیسرے آدمی کا
م اگلوا لیا ہے اور اسے گرفتار کر لیا ہے؟"
"معلوم نہیں، جلال نور نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں
یا۔ وہ ہم سے بہت ناراض دکھائی دے رہا ہے۔"

"اوہ، اچھا خیر کوئی بات نہیں۔"

چند منٹ ہی گزرے تھے کہ جج صاحب کرسی عدالت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ انہوں نے سب پر ایک نظر ڈالی۔ ہم پر نظر پڑی تو مسکرا دیے اور پھر بولے،

"گورکنوں نے اس شخص کا نام بتایا یا نہیں؟"

"جی ہاں، انہوں نے تو تھوڑی سی سختی کے بعد اس کا نام اگل دیا تھا۔" سرکاری وکیل نے جواب دیا۔

"پھر تو پولیس اسے گرفتار کر چکی ہوگی، اسے پیش کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ شخص انسانی مردوں کا کیا کرتا ہے؟"

"جناب والا، افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے، پولیس اس شخص کو تلاش نہیں کر سکی۔"

"کیوں؟" جج صاحب کی تیوری پر بھی بل پڑ گئے۔

"پولیس عدالت کی کارروائی ختم ہونے کے بعد پہلے پولیس سٹیشن گئی اور وہاں ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے میں اسے دیر لگ گئی اور پھر کچھ دیر گورکنوں سے نام اگلوانے میں بھی لگ گئی، چنانچہ جب پولیس اس کے ٹھکانے پر پہنچی، تو وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اس کے گھر والوں نے بتایا کہ ایک چھوٹا سا سوٹ کیس لے کر وہ کسی دوسرے شہر گیا ہے۔ کب واپس آئے گا، بتا کر نہیں گیا۔" سرکاری وکیل نے بتایا۔

"اوہ، یہ تو بہت برا ہوا۔ پھر کیا اس کے گھر کی تلاشی لی گئی ہے؟"

"جی ہاں، لیکن وہاں سے کسی مردے کے آثار نہیں ملے۔"

"گویا پولیس پوری طرح ناکام ہو گئی ہے۔ خیر، اب اس کے سوا کیا ہی کیا جا سکتا ہے کہ پولیس اسے تمام شہروں میں تلاش کرتی پھرے۔ ویسے عدالت اس کا نام اور پیشہ جاننے کے لیے بہت بے چین ہے۔"

"جناب والا، اس موقعے پر میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک دم اٹھ کر کہا۔

"ضرور، ضرور۔" جج صاحب خوش ہو کر بولے۔

"مجرم اس پتے پر چھپا ہوا ہے اور شاید وہ مردوں کو بھی وہیں لے کر جاتا رہا ہے، کیونکہ صاف ظاہر ہے، مردہ جسموں کو وہ اپنے اس گھر میں تو نہیں لے جاتا رہا ہوگا، جس میں اس کے گھر کے دوسرے افراد رہتے ہیں۔"

"اوہ، کمال ہے۔ تم نے اس کا ٹھکانا کس طرح معلوم کر لیا؟" جج صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں پولیس کی نسبت کچھ پہلے اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا اور خدا کی قدرت دیکھیے، میں عین اس وقت پہنچا جب وہ چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھائے گھر سے نکل رہا تھا۔ میں ابھی ٹیکسی سے اترا

بھی نہیں تھا کہ وہ دروازے پر کھڑی ایک کار میں بیٹھ گیا اور
میں نے اپنے ٹیکسی ڈرائیور کو اس کا تعاقب کرنے کی ہدایت کی،
اس طرح میں اس کے اس ٹھکانے سے واقف ہو سکا، جہاں
وہ مردوں کو لے کر جاتا ہے"۔

"پھر تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں سے رات کسی وقت
فرار ہو گیا ہو۔ آپ کو رات ہی پولیس کو اطلاع دینی چاہیے
تھی، لیکن آپ ہیرو بننے کے چکر میں گھر جا کر سو گئے" جلالی نور
نے تلملاتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں، میں سویا نہیں — بلکہ تمام رات اس عمارت کی
نگرانی کرتا رہا — یہی نہیں، میں نے اس عمارت کے اندر داخل
ہونے کی بھی کوشش کی، تاکہ یہ دیکھ سکوں، یہ شخص کرتا کیا
ہے — اور آخر میں نے یہ جان لیا کہ اس کا پیشہ کیا ہے، وہ
کیا کاروبار کرتا ہے"۔

"ویری گڈ شوکی میاں، تم نے تو کچھ زیادہ ہی کمال کر دیا۔
بھئی واہ" جج صاحب بچوں کے سے انداز میں چلا اٹھے، حالانکہ
وہ عمر رسیدہ آدمی تھے —

"اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ اب وہ شخص وہاں
نہیں ملے گا۔ آپ صبح ہونے پر تو وہاں سے چلے ہی آئے۔ کیا اس
دوران وہ فرار نہیں ہو گیا ہو گا" جلالی نور نے پھر کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ میں صبح ہونے پر وہاں سے آ گیا تھا اور
اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ مجھے سکول جانا تھا" میرے
اس جملے پر تماشائی ہنس پڑے —

"تب پھر وہ اب وہاں کہاں ملے گا" جلالی نور نے منہ بنایا۔

"لیکن جناب، اگر اسے فرار ہونا ہوتا تو وہ اس وقت فرار
ہوتا، جب وہ اپنے گھر سے نکلا تھا۔ اپنے دوسرے ٹھکانے پر پہنچ
کر تو وہ اس طرح بے فکر ہو گیا تھا، جیسے اب اسے کوئی گرفتار
نہیں کر سکتا۔ میں گارنٹی دیتا ہوں کہ وہ ابھی تک وہیں موجود ہے"۔

"مسٹر شوکی، تفصیل سے بتاؤ، تم نے کیا دیکھا؟" جج صاحب
نے بے تاب ہو کر کہا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں — میں ایک ایک بات بتاؤں گا — یہ
کہانی ایک گھناؤنے جرم کی کہانی ہے اور اگر اتفاق سے سیٹھ امداد شاہ
کی آنکھ عین اس وقت نہ کھل جاتی، جب انہیں قبر سے باہر نکالا
گیا تھا تو اس جرم سے ابھی نہ جانے اور کتنے عرصہ پردہ نہ اٹھتا۔
مجرم کا ٹھکانا شہر سے باہر ایک بہت پرانا مکان ہے — وہ مکان
قبرستان سے بالکل قریب ہے اور باہر سے ایک کھنڈر دکھائی دیتا
ہے، لیکن اندر سے اس کے کئی کمرے بالکل ٹھیک ٹھاک حالت میں
ہیں۔ مجرم نے اپنی کار مکان سے کچھ فاصلے پر درختوں کے درمیان
کھڑی کی تھی۔ میں نے اپنی ٹیکسی کو کافی فاصلے پر رکوایا اور پھر

اس سے اتر گیا۔ ڈرائیور کو کرائے سے کچھ رقم زائد دیتے ہوئے میں
نے اسے ہدایت کی کہ وہ واپس مڑنے کی بجائے سیدھا نکل
چلا جائے تاکہ مجرم کو کوئی شک نہ ہو سکے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔
اور میں پیدل آگے بڑھا، پھر میں نے اسے کھنڈر میں داخل ہوتے
دیکھا۔ پہلے تو کافی دیر تک میں باہر ہی رکا رہا، پھر خود بھی اس
داخل ہونے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ کھنڈر کے اندرونی کمروں
کے دروازے اندر سے بند نظر آئے۔ آخر مجھے دیواروں کے اوپر
چڑھ کر دوسری طرف لٹکنا پڑا اور اس طرح میں ایک اندرونی کمرے
کے دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ وہاں سے ایک عجیب
غریب بو میرے نتھنوں میں آنے لگی جسے میں بہت مشکل سے برداشت
کر پایا، پھر میں نے دروازے کی جھری سے آنکھ لگا دی — میں نے
دیکھا، مجرم ایک لمبی سی میز کے دوسری طرف بیٹھا تھا — اس کا منہ
دروازے کی طرف تھا۔ میز کے اوپر ایک عجیب و غریب سی مشین
نصب تھی — یہ مشین بالکل ایسی تھی جیسی ادویات کے عرق
تیار کرنے کی ہوتی ہے۔ ادویات والی بڑی سی صراحی میں سفید رنگ
کی کوئی چیز گردش کر رہی تھی۔ صراحی کے نیچے ایک بڑا سا سپرٹ
لیمپ جل رہا تھا اور اس کی حرارت سے صراحی میں موجود چیز سے
بخارات اٹھ رہے تھے۔ صراحی کے دوسرے سرے پر شیشے کی ایک
بڑی سی بوتل تھی۔ یہ بخارات اس بوتل میں جا رہے تھے۔ بوتل

پانی کے ایک ٹب میں رکھی تھی — ٹب میں پانی تھا، جس سے بوتل
کو ٹھنڈک پہنچ رہی تھی — یہ ٹھنڈک بخارات کو پھر سے مائع کی
صورت میں تبدیل کر رہی تھی — میں سمجھ نہ سکا کہ ادویات والی صراحی
میں کیا چیز ڈالی گئی ہے — مجرم کرسی پر بیٹھا بڑی محویت کے عالم
میں اس عمل کو دیکھ رہا تھا — میں نے دبے پاؤں ارد گرد کا
جائزہ لینا شروع کیا — ایک جگہ مجھے مٹی نرم نظر آئی — میں نے
محسوس کیا، اس جگہ سے زمین کھودی گئی ہے اور گڑھے کو دوبارہ
مٹی سے پاٹ دیا گیا ہے۔ میں اس جگہ بیٹھ گیا اور انگلیوں کی
مدد سے مٹی ہٹانے لگا — مٹی بالکل نرم تھی، اس لیے مجھے کوئی
دقت نہیں ہوئی، تاہم گڑھا بہت چوڑا تھا، اس لیے یہ کام بہت
دیر تک جاری رہا، یہاں تک کہ میری انگلیاں ایک انسانی جسم
سے ٹکرائیں۔ میں لرز کر رہ گیا — اس جگہ گھپ اندھیرا تھا، اندھیرے
میں میں کچھ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا، لیکن میری جیب میں ایک
پنسل ٹارچ تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اسے روشن کیا۔ اف خدا!
میں نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ گڑھے میں ایک انسانی لاش موجود
تھی اور اس کی کھوپڑی کو کسی تیز دھار آلے سے کاٹ دیا گیا
تھا — کھوپڑی میں سے مغز غائب تھا — میں لرز اٹھا۔ فوری طور پر
مجھے خیال آیا، کیا اس صراحی میں انسانی مغز موجود ہے — میری
طبیعت متلانے لگی — میرا جی چاہا، میں بھاگ نکلوں، لیکن اگر میں

وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا تو مجرم ضرور خبردار ہو جاتا۔ اس لیے میں نے اپنے حواس پر قابو پایا اور پھر اسی دروازے پر پہنچا۔ مجرم ابھی تک اسی طرح بیٹھا تھا۔ اچانک میرے جی میں نہ جانے کیا آئی، میں نے دروازے پر اپنی انگلیوں کے ناخنوں کی مدد سے ایسی آواز پیدا کی جیسے کوئی بلی یا کتا اپنے ناخنوں سے کھرچتا ہے۔ ساتھ ہی نظریں جھری پر جمائے رکھیں۔ میں نے اسے چونکتے دیکھا، پھر وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ میں نے فوراً ٹارچ بجھا دی اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا، پھر جونہی دروازہ کھلا، میں نے دونوں ہاتھوں کو مکوں کی صورت میں اس کے منہ پر اس زور سے مارا کہ وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ ایک مکا اس کی عین ناک کی ہڈی پر اور دوسرا بائیں آنکھ پر لگا تھا۔ میرے پاس اس وقت کوئی ہتھیار نہیں تھا، لہٰذا میں نے اپنی تمام طاقت مکوں میں سمیٹ کر یہ وار کیا تھا، کیونکہ میں جانتا تھا، اگر وار ہلکا یا اوچھا پڑتا تو پھر میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ وہ مجھے کسی قیمت پر زندہ نہ چھوڑتا۔ اس کے گرتے ہی میں کمرے میں داخل ہو گیا اور دوڑ کر اس کرسی تک پہنچا، جس پر وہ بیٹھا تھا۔ میں نے کرسی اٹھالی۔ اس وقت تک وہ اٹھ کر بیٹھ چکا تھا اور اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کرسی اس کے سر پر دے ماری، لیکن اتنا خیال رکھ کر

وہ جان سے نہ مرے، بس بے ہوش ہو جائے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں نے کمرے میں ادھر ادھر کسی رسی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، لیکن رسی مجھے کہیں بھی نہ ملی۔ کچھ سوچ کر میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور کار کی چابیاں نکال کر باہر نکلا۔ کار کی ڈگی کھول کر ٹارچ کی مدد سے اس کا جائزہ لیا۔ ڈگی میں رسی اور دوسری اسی قسم کی چیزیں موجود تھیں۔ رسی اٹھا کر میں پھر اندر پہنچا اور اس کے ہاتھ اور پیر اچھی طرح جکڑ دیے۔ یہ اطمینان کر لیا کہ وہ ہل جل بھی نہ سکے اور اس کے بعد میں وہاں سے گھر لوٹا۔ امید ہے، اب جلالی نور کوئی اعتراض نہیں کر سکیں گے۔" یہاں تک کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔

"بہت خوب، تم نے جان کی بازی لگا کر یہ کام کیا ہے۔ مجرم کو اس عمارت سے فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ مسٹر شوکی کو ساتھ لے جایا جائے۔ آج ہی مجرم کو میرے سامنے لایا جائے، تاکہ معلوم ہو، وہ یہ گھناؤنا جرم کیوں کرتا رہا ہے۔" جج صاحب نے کہا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

سرکاری وکیل، جلالی نور اور میں شوکی کے ساتھ اس عمارت تک پہنچے۔ مجرم ابھی تک جوں کا توں پڑا تھا، البتہ وہ ہوش میں آ چکا تھا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ پورے کھنڈر کی تلاشی لی گئی تو اس میں کئی بڑے بڑے گڑھے ملے۔ ان گڑھوں میں انسانی جسم

دبے ہوئے تھے، لیکن ان کی کھوپڑیاں کاٹ کر مغز نکال لیے گئے
تھے۔ عرق کشید کرنے کے آلات پر بھی قبضہ کر لیا گیا اور تیار شدہ
عرق پر بھی —

سب چیزوں کے ساتھ ہم عدالت میں پہنچے۔ تمام تماشائیوں
کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ کوئی اٹھ کر باہر تک نہیں گیا تھا۔
سب لوگ جوں کے توں بیٹھے تھے۔ جج صاحب کو یوں ہی ہماری
واپسی کی اطلاع ملی، وہ کرسی عدالت پر آ کر بیٹھ گئے۔

"تو مجرم وہیں موجود ملا؟" انھوں نے پوچھا۔

"جی ہاں!" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، اسے پیش کیا جائے!"

مجرم کو کٹہرے میں لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ سیٹھ امداد شاہ، ان
کے بچے اور ملازم اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کچھ اور لوگوں نے
بھی اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا، کیونکہ وہ ایک مشہور ڈاکٹر تھا۔
ڈاکٹر قریشی — سیٹھ امداد شاہ کا معالج، جس نے سولہ سترہ دن پہلے
دل کا دورہ پڑنے پر بھی ان کا علاج کیا تھا۔ اس سے پہلے بھی
ان کا علاج وہی کرتا رہا تھا۔ جج صاحب کو جب یہ بات معلوم
ہوئی تو ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

"اب تم بچ نہیں سکتے، اس لیے بہتر ہوگا کہ عدالت صاف
بتا دو، تم اس کھنڈر نما عمارت میں کیا کیا کرتے تھے؟" انھوں نے

مجرم سے پوچھا۔

"جی ہاں، میں ضرور بتاؤں گا — انسانی جسم میں سب سے اہم
چیز اس کا دماغ ہے، پورا جسم دماغ کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اگر
انسانی دماغ کمزور ہو جائے یا بوڑھا ہو جائے تو جسم بھی کمزور
یا بوڑھا ہو جاتا ہے — میرے ہاتھ قدیم یونانی طب کی ایک بہت پرانی
کتاب لگ گئی تھی — میں نے اس میں پڑھا کہ اگر انسانی دماغ کا
عرق کشید کر کے انسان کو استعمال کرایا جائے تو وہ عرصہ دراز تک
زندہ رہتا ہے، یعنی اس کی عمر کئی گنا بڑھ جاتی ہے، لیکن دماغ
زندہ انسان کا ہو نہ کہ مردہ انسان کا — میرے سر میں یہ تجربہ
کرنے کا بھوت سما گیا، لیکن مشکل یہ آ پڑی کہ زندہ انسان کا
دماغ کس طرح حاصل کیا جائے — آخر سوچ سوچ کر میں اس
نتیجے پر پہنچا کہ میں اپنے مریضوں میں سے کسی ایک کو سکتے میں
مبتلا کر دوں۔ اس کے عزیز ظاہر ہے، مجھے ہی بلائیں گے اور میں
موت کی تصدیق کر دوں گا، چنانچہ اسے دفن کر دیا جائے گا، پھر
میں قبرستان جا کر گورکنوں کو بھاری رقم دے کر اس مردے کو قبر
سے نکلوا لوں گا اور اس کا دماغ نکال کر تجربہ کروں گا — میں نے
اس تجربے کی تیاری شروع کر دی — پہلے قبرستان کے پاس وہ کھنڈر
تلاش کیا — کشید کا سامان وہاں پہنچایا — لکڑی کی ایک لمبی [illegible]
ٹکڑوں کی صورت میں تیار کرائی — یہ ٹکڑے ڈگی میں ڈال کر وہاں

لے گیا اور میز جوڑ کر اس پر آلات نصب کیے، پھر قبرستان کے
گورکنوں سے ملا۔ میں نے انہیں صرف یہ بتایا کہ میں ایک ڈاکٹر ہوں،
ڈاکٹر قریشی میرا نام ہے۔ میں بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے
مُردوں پر تجربات کرنا چاہتا ہوں، لیکن مرنے والوں کے عزیز بھلا
کب ایسے تجربات کرنے کی اجازت دیتے ہیں، لہذا اگر وہ مجھے
کوئی تازہ ترین مردہ قبر سے نکال کر دیا کریں تو میں فی مردہ
پانچ ہزار روپے انہیں دیا کروں گا۔ پہلے تو وہ گھبرائے، پھر رضامند
ہو گئے؛ تاہم انہوں نے دس ہزار روپے فی مردہ طلب کیے۔ میں
نے منظور کر لیا۔ دو ہزار روپے انہیں بطور پیشگی دے کر میں
چلا آیا۔ اس کے بعد مجھے میرے ایک مریض کو دیکھنے کے لیے
بلایا گیا۔ وہ مرنے کے قریب تھا۔ میں نے اسے دوائیں دیں اور
سوتے وقت جو دوا کھانے کے لیے دی، وہ سکتے کی تھی؛ چنانچہ
دوسری صبح مجھے پھر بلایا گیا۔ مریض بالکل مردہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے
پروگرام کے مطابق اس کی موت کا سرٹیفکیٹ دے دیا، پھر رات کو
قبرستان پہنچ گیا اور گورکنوں سے کہا کہ وہ اس مردے کو نکال دیں،
ابھی تھوڑی دیر پہلے دفن کیا گیا ہے۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی
اور مردہ نکال کر میری کار کی ڈگی میں رکھ دیا۔ اس طرح میں نے
اس تجربے کی بنیاد رکھی۔ اس کتاب میں عرق کی تیاری کا مکمل فارمولا
درج تھا۔ سب سے پہلے عرق خود استعمال کرنا شروع کیا۔ خیال تھا

کہ اس عرق کو تجارتی پیمانے پر تیار کر کے فروخت کروں گا۔ بڑے
بڑے دولت مند مرنے سے بہت گھبراتے ہیں۔ ایسے لوگ اس
عرق کو لاکھوں روپے کے بدلے خرید سکتے ہیں۔ لیکن اس تجارت
کا خواب ادھورا رہ گیا۔ افسوس، اس لڑکے نے میرا کھیل بگاڑ دیا!"
یہاں تک کہہ کر مجرم خاموش ہو گیا۔

"میں نے نہیں، تمہارا کھیل قدرت نے بگاڑا ہے۔ شاید تم
نے سیٹھ امداد شاہ کو سکتہ طاری کرنے والی دوا کم مقدار میں دی،
یا ان کے حواس پر اس دوا نے اتنا اثر نہیں کیا۔ کچھ بھی کہہ لیں،
لیکن میں یہ کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہاری پکڑ کے لیے
کیا ہے۔" میں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"مجرم نے اقرارِ جرم کر لیا ہے، لیکن اس کے جرم کی تفصیل
ابھی وضاحت طلب ہے۔ یہ معلوم کرنا ہو گا کہ کل کتنے آدمی اس
کے تجربے کی بھینٹ چڑھے۔ اس کے بعد ہی اس کے جرم کی سزا
اسے سنائی جا سکے گی، لہذا مزید تفتیش کے لیے مہلت دی جاتی ہے۔
اس وقت تک مجرم کو جیل میں بیڑیاں پہنا کر رکھا جائے گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی جج صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم
باہر نکلے تو ایک بار پھر اخباری رپورٹروں کے نرغے میں آ گئے۔
اکبر اور منصور پھر آڑے آ گئے اور بڑی مشکل سے ہم اس نرغے سے
نکلے۔

کیس ختم ہوگیا، لیکن ہمیں ہمارا معاوضہ ابھی تک نہیں۔
نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور نہ دانشور صاحب کو فیس ملی!"

"فکر نہ کریں۔ اس مرتبہ مجھے اور آپ لوگوں کو بہت لمبا چوڑا معاوضہ ملے گا۔ سیٹھ امداد شاہ کوئی چھوٹے موٹے سیٹھ نہیں ہیں!" اکبر دانشور نے پر یقین لہجے میں کہا۔

ہم نے انہیں ان کے دفتر کے سامنے اتارا اور پھر اپنے دفتر کی طرف روانہ ہوئے۔ جوں ہی ہم دفتر میں داخل ہوئے امی جان کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی:

"لڑکو! تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہی ہو؟"

یہ دنیا!

ہم نے چونک کر دیکھا۔ امی جان اندرونی دروازے میں کھڑی تھیں۔ دفتر ارشد نے کھولا تھا اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھا تھا۔ یعنی صندوق کی میز پر۔ وہ بھی امی جان کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"لیجیے امی جان، ہم آپ کو کام کے ہی نظر نہیں آتے۔ حالانکہ پورے شہر میں اس وقت ہمارے کام کی دھوم مچی ہوئی ہے؟" آفتاب نے منہ بنایا۔

"مجھے ان کاموں سے کوئی غرض نہیں۔ میں تو اپنے کام کی بات کر رہی ہوں۔"

"اوہو، تو آپ کو بھی ہم سے کوئی کام ہے۔ خیر فرمائیے، آپ کا کام سر آنکھوں پر۔" اشفاق جلدی سے بولا۔

"کام نہیں، حکم۔" میں نے اسے ٹوکا۔

"چلیے یوں ہی سہی، آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"تو پھر ذرا اپنی خالہ کے ہاں سے....."

ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے، کیونکہ اسی وقت ایک شخص دفتر کے دروازے پر آ کر رکا تھا۔ اتی جان فوراً پیچھے ہٹ گئیں۔ انھوں نے دروازہ بند کر لیا۔ ہم نے دیکھا، وہ سیٹھ امداد شاہ تھے۔ ہمارے دل بلیوں اچھلنے لگے۔ فوراً یقین ہو گیا کہ اب ہرے رنگ کے نوٹ ہماری میز پر ایک ڈھیر کی صورت میں رکھے ہوں گے۔

"السلام علیکم۔" سیٹھ امداد شاہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔ ان کی آواز قدرے بھاری تھی۔

"خیر تو ہے سیٹھ صاحب، آپ کی آواز کو کیا ہوا؟"

"شاید بیٹھ گئی ہے۔" وہ اداس انداز میں مسکرائے۔

"ارے آپ تو کسی قدر اداس بھی لگ رہے ہیں۔" آفتاب نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"جی ہاں، آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ میں واقعی اداس ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ ہم ٹکر ٹکر انھیں دیکھنے لگے۔ آخر انھوں نے کہا۔

"میں وکیل صاحب کے پاس سے ہو آیا ہوں۔ وہ مجھ سے فیس لینے پر تیار نہیں تھے۔ بہت مشکل سے انھیں رضامند کیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔" وہ بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، وہ فیس لینے پر تیار نہیں تھے؟" میں نے حیران ہو کر کہا، کیونکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو انھوں نے کہا تھا کہ فکر نہ کریں، اس مرتبہ بہت لمبا چوڑا معاوضہ ملے گا۔ سیٹھ امداد شاہ کوئی چھوٹے موٹے سیٹھ نہیں ہیں، لیکن اب سیٹھ امداد شاہ بتا رہے تھے کہ اکبر راٹھور ان سے معاوضہ لینے پر تیار نہیں تھے۔

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں، وہ معاوضہ لینے پر تیار نہیں تھے۔ خدا کے لیے آپ ایسا نہ کیجیے گا۔"

"آپ بڑی حیران کن بات بتا رہے ہیں، آخر اکبر راٹھور اپنی فیس لینے پر تیار کیوں نہیں تھے، جب کہ وہ کوئی دولت مند آدمی نہیں ہیں۔" اخلاق بولا۔

"آپ بھی دولت مند آدمی نہیں ہیں، لیکن آپ بھی شاید وہی کچھ کریں گے، جو انھوں نے کیا۔ کیا آپ مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ معاوضہ بغیر حیل و حجت کے لے لیں گے؟"

"جی ہاں، ہم وعدہ کرتے ہیں۔" آفتاب نے فوراً کہا۔ میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا، کیونکہ اگر اکبر راٹھور نے فیس لینے سے انکار کیا تھا تو کوئی تو وجہ ہو گی۔ عین اسی وقت ارشد چائے لے آیا۔ اس نے ایک ایک کپ سب کے سامنے رکھا، ایک کپ خود بھی لیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ پہلے میں چائے پیوں گا اور پھر آپ کو معاوضہ ادا کروں گا، کیونکہ معاوضہ ادا کرنے کے بعد میں یہاں رک نہیں سکوں گا۔" انھوں نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"آپ تو کچھ سنسنی خیز باتیں کر رہے ہیں" اشفاق نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں"

وہ چائے پینے لگے۔ آخر سب نے چائے ختم کی اور انھوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ہمارے دل دھک دھک کرنے لگے۔ صرف ایک بات ہماری سمجھ میں اب تک نہیں آئی تھی، یہ کہ شاید سیٹھ امداد شاہ نے اکبر راٹھور کو ان کی امیدوں سے بہت زیادہ معاوضہ پیش کر دیا تھا اور اسی لیے انھوں نے انکار کیا ہوگا۔ اب شاید یہی صورت ہمیں پیش آنے والی تھی۔

پھر ان کا ہاتھ باہر آ گیا۔ انھوں نے ایک ننھی سی چیز ہماری میز پر رکھ دی۔ ہم نے اس ننھی سی چیز کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا ہماری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ معاملہ کیا ہے۔

میز پر انھوں نے جو چیز رکھی، وہ ایک انگوٹھی تھی — ہیرے کی انگوٹھی —

○

چند سیکنڈ تک ہم انگوٹھی اور سیٹھ امداد شاہ کو گھورتے رہے آخر میں نے کہا:

"سیٹھ صاحب، یہ کیا ہے؟"

"یہ ہیرے کی انگوٹھی ہے۔ اس کی قیمت تقریباً پچیس ہزار روپے ہے۔ مجھے امید ہے، یہ معاوضہ آپ کو کم محسوس نہیں ہوگا"

"پچیس ہزار معاوضہ تو ہماری امیدوں سے کہیں بڑھ کر ہے، لیکن معاملہ کیا ہے۔ آپ ہمیں معاوضہ ہیرے کی انگوٹھی کی صورت میں کیوں دے رہے ہیں؟" اب ہماری حیرت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

"ایسی ہی ایک انگوٹھی میں نے اکبر راٹھور صاحب کو پیش کی ہے"

"آخر کیوں؟" میں نے تقریباً چلا کر کہا۔

"ایسی ایک انگوٹھی میرے پاس اور ہے، یہ رہی" انھوں نے جیب سے ایک اور انگوٹھی نکال کر دکھائی۔ ہماری آنکھوں میں بے چینی کے سائے لمبے ہوتے چلے گئے اور وہ حد درجے پراسرار بن رہے تھے۔

"اپنی موت کے بعد کل میں جب اپنے بچوں کے ساتھ اپنے گھر گیا تو مجھے اس گھر کی دیواریں پرائی پرائی لگیں۔ میرے بچے مجھے اپنے نہیں لگے۔ ان کا رویہ ایسا تھا جیسے وہ مجھے دوبارہ باپ کا مقام دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ میں نے ان کے چہروں پر الجھن اور فکر مندی کے آثار صاف پڑھے۔ میں نے یوں محسوس کیا جیسے وہ مجھے ایک بوجھ

سمجھ رہے ہوں۔ ایک ایسا بوجھ جو ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو۔
میں نے سوچا، شاید مجھے وہم ہو گیا ہے۔ اپنے وہم کو دور کرنے کے
لیے میں نے اپنے بچوں سے کہا۔ میرے بچو، مجھے تجوری کی چابیاں
دو، مجھے وکیل صاحب اور شوکی رینڈ کو کا معاوضہ ادا کرنا ہے۔ یہ
سن کر وہ بولے، لیکن ابّا جان، تجوری تو بالکل خالی پڑی ہے۔
ہم نے تو تمام نقدی اور زیورات تک کاروبار میں لگا دیے ہیں اور
حالات ایسے ہیں کہ ہم کاروبار میں سے کچھ بھی نکالنے کے قابل
نہیں۔ یہ سن کر میں دھک سے رہ گیا، میرا وہم غلط نہیں تھا۔
اس گھر کی دیواریں اب میرے لیے اجنبی بن گئی تھیں۔ میرے بچے
اب مجھے باپ کی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ زندہ حالت
میں وہ مجھے کسی صورت قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے، حالانکہ میں
نے ان سے ساری جائیداد کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ اگر میں
چاہتا تو سب کچھ ان سے واپس لے سکتا تھا، لیکن میں نے تو ان سے
کچھ بھی نہیں مانگا تھا — میں تو ان سے صرف چند ہزار روپے مانگ رہا
تھا اور وہ چند ہزار دینے پر بھی تیار نہیں تھے۔ مجھے زمین گردش
کرتی محسوس ہوئی، آسمان گھومتا نظر آیا۔ یوں لگا جیسے میں ٹوٹ کے
گروں گا اور ایک بار پھر مر جاؤں گا، سچ مچ کی موت۔ شاید میں
گر کر مر ہی جاتا، اگر مجھے آپ لوگوں کا معاوضہ نہ ادا کرنا ہوتا۔
یہ تین انگوٹھیاں میں نے سوچے سمجھے بغیر ایک خفیہ جگہ رکھی ہوئی تھیں۔

رکھتے وقت بھی میں نے سوچا تھا کہ آخر میں ان انگوٹھیوں کو چھپا کر
کیوں رکھ رہا ہوں، لیکن میرے دل و دماغ نے کوئی تسلی بخش جواب
نہیں دیا تھا۔ اس وقت مجھے یہ انگوٹھیاں یاد آئیں۔ جب میں تنہا
رہ گیا، تو میں نے یہ انگوٹھیاں نکالیں اور گھر سے نکل آیا۔ پہلے میں
اکبر دانشور صاحب کے پاس گیا اور پھر آپ لوگوں کے پاس آیا۔ میری
درخواست یہ ہے کہ آپ یہ انگوٹھی قبول کر لیں۔" یہاں تک کہہ کر وہ
خاموش ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ ہماری آنکھیں
بھی ڈبڈبا آئیں۔ میں نے بڑی مشکل سے کہا،

"جی، لیکن، لیکن آپ اب کیا کریں گے، کہاں جائیں گے؟"

"خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ زندگی کے باقی ماندہ دن تو
پورے کرنا ہی ہوں گے۔ اس تیسری انگوٹھی کو فروخت کر کے میں
کسی دوسرے شہر کا رخ کروں گا اور وہاں کوئی چھوٹا موٹا کاروبار
کروں گا۔" ان کی آواز غم کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی۔ ہمیں یوں
لگا، جیسے ہمارے دلوں کو کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔

"تب پھر آپ یہ انگوٹھی بھی اپنے پاس رکھیے اور دونوں کو
فروخت کر کے اپنا کام چلائیے۔"

"اکبر دانشور نے بھی یہی کہا تھا۔ انھیں قائل کرنے میں مجھے
بہت وقت لگا۔ مہربانی فرما کر آپ لوگ اب پھر مجھے اس امتحان میں
نہ ڈالیے۔ میرے خیال میں یہ معاوضہ بھی بہت کم ہے جو میں نے آپ کو

چیتھڑا کیا ہے!"

"اچھا، اگر آپ مجبور کرتے ہیں تو ہم یہ انگوٹھی رکھ لیتے ہیں۔ معاوضہ سمجھ کر نہیں، آپ کی خوشی جان کر، لیکن ہم پریشان ہیں کہ آپ اب جائیں گے کہاں؟"

"کہیں تو چلا ہی جاؤں گا۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔"

"تو آپ ہمارے ساتھ ہی کیوں نہیں رہ جاتے۔ ہمارا گھر کافی بڑا ہے اور اس گھر کی دیواریں بھی آپ کو پرائی نہیں لگیں گی۔" میں نے پرخلوص پیش کش کی۔

"شکریہ، میں بے کار بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ جہاں بھی رہوں گا، کوئی کام ضرور کروں گا۔ اس شہر میں اس لیے بھی نہیں رہ سکتا کہ یہاں بچوں کا خیال ستائے گا۔ ویسے ایک بات کہوں۔" کہتے کہتے وہ رک گئے اور ہماری طرف دیکھنے لگے۔

"ضرور کہیے، ہم پوری توجہ سے سن رہے ہیں۔"

"دو دن تک آپ یہ جاننے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ میں اصلی سیٹھ امداد شاہ ہوں یا نقلی۔ آخر نتیجہ یہ نکلا کہ میں اصلی ہی آدمی ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اب خود کو ایک جعلی انسان محسوس کر رہا ہوں۔ بالکل نقلی اور جعلی۔ ہاں، میں جعلی آدمی ہی تو ہوں۔ اگر جعلی نہ ہوتا تو میرے بچے مجھے باپ کے طور پر قبول نہ کر لیتے۔ بھلا مجھے ان سے اچھا کیا تھا۔" یہ کہتے وقت ان کی آواز بھرا

گئی۔ آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے، پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھے اور باہر نکل گئے۔ اس وقت ہم نے دیکھا، وہ پیدل ہی ایک سمت میں چل پڑے تھے، گویا وہ یہاں تک کسی کار میں نہیں آئے تھے۔ شاید ٹیکسی میں یہاں تک آئے تھے۔

ہم پتھر کا بت بنے بیٹھے رہ گئے۔ اسی وقت اندرونی دروازہ کھلا اور امی جان کی صورت نظر آئی۔ ان کے پیچھے ابا جان بھی تھے۔ ہم نے دیکھا، ان کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ شاید انہوں نے بھی سیٹھ امداد شاہ کے الفاظ سن لیے تھے۔

پر کلہاڑی ماری ہے۔ انہوں نے اپنی آخرت تو خراب کر ہی لی۔ شاید دنیا بھی انہیں نہ مل سکے۔"

ابا جان کے الفاظ بہت دیر تک ہمارے کانوں میں گونجتے رہے۔ اچانک افلاق بولا۔

"بھائی جان، کیا آپ نے اس کاغذ پر ڈاکٹر قریشی کا ہی نام لکھا تھا؟"

"ہاں بھئی، اس پر مجھے یہ سن کر ہی شک ہو گیا تھا کہ شام ہونے تک سیٹھ امداد شاہ کی حالت بالکل سنبھل گئی تھی اور رات کے وقت ان کی بیٹی جب دودھ کا گلاس لے کر گئی تو وہ بالکل تندرست نظر آ رہے تھے، پھر کیا وجہ کہ وہ صبح مردہ پائے گئے۔ بعد میں جو حالات پیش آئے، ان کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب کی شخصیت مجھے مشکوک نظر آتی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"اب اس انگوٹھی کا کیا کرنا ہے؟"

"یہ مجھے دے دو۔ میں انگلی میں پہن لوں گی۔" امی بولیں۔

"امی جان، یہ پچیس ہزار روپے کی انگوٹھی ہے۔ کیا بہتر نہیں ہو گا کہ ہم اسے فروخت کر دیں اور اس رقم کو کام میں لائیں؟"

"بالکل ٹھیک، انگلی میں اس انگوٹھی کا کوئی فائدہ نہیں، لاؤ مجھے دو۔ میں اسے فروخت کر آؤں گا۔" ابا جان بولے۔ امی جان نے یہ سن کر منہ بنایا، لیکن خاموش رہیں۔ ہم نے انگوٹھی ابا جان

خدا کی قدرت

ہم چند لمحے تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"ابا جان، کیا دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے؟"

"ہاں بیٹا، دنیا میں تو نہ جانے کیا کچھ ہوتا ہے۔" وہ بولے۔

"لیکن ابھی صرف پندرہ سولہ دن پہلے تو سیٹھ امداد شاہ اپنے بچوں کے لیے سب کچھ تھے۔" اشفاق بولا۔

"ہاں، لیکن جب انہیں خود مختاری مل گئی اور پھر اچانک باپ کی واپسی ہو گئی تو انہوں نے باپ کو بوجھ محسوس کیا۔"

"ہمارے لیے یہ واقعہ بہت دردناک ہے اور شاید ہم مدتوں سیٹھ امداد شاہ کا غم نہ بھلا سکیں۔" آفتاب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ بھی ہو، میں ایک بات اس وقت کہے دیتا ہوں۔ سیٹھ امداد شاہ کے بچوں نے باپ کے ساتھ برا سلوک کر کے خود اپنے پیروں

کو دے دی۔ وہ اسی شام اسے فروخت کر گئے۔ انگوٹھی کے ستائیس ہزار روپے ملے۔ یہ سن کر میں نے کہا۔

"لو بھئی آفتاب، اب تو ہمارا ادارہ کافی مالدار ہو گیا ہے۔"

"جی ہاں، خدا کی مہربانی ہے۔"

اس واقعے کو چھ ماہ گزر گئے۔ ایک دن ایک بالکل نئی کار ہمارے دفتر کے سامنے آ کر رکی۔ ہم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ یہی خیال آیا تھا کہ کوئی کیس آ گیا ہے، لیکن پھر یہ دیکھ کر ہم سست پڑ گئے کہ کار سے اترنے والے صاحب اکبر دانشور تھے۔ انہوں نے اندر داخل ہوتے ہوئے پرجوش انداز میں کہا:

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام جناب۔"

اس دوران ہمارا ان سے اکثر سامنا ہو چکا تھا۔ کئی کیس بھی ہم نے آپس میں مل کر حل کیے تھے، لیکن وہ اس طرح کار میں بیٹھ کر کبھی ہمارے پاس نہیں آئے تھے۔

"دانشور صاحب، کیا یہ کار آپ کی ہے؟" آفتاب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں بھئی، آج ہی خریدی ہے۔ سوچا سب سے پہلے اس میں آپ لوگوں کو سیر کراؤں۔" وہ بولے۔

"بھلا وہ کیوں، سب سے پہلے تو آپ کے گھر والوں کا حق ہے۔"

"نہیں، میں آپ لوگوں کا ممنون ہوں، کیونکہ میری وکالت کو چمکانے میں آپ لوگوں کا بھی بہت ہاتھ ہے۔ آئیے چلیں۔"

"اگر آپ کی خواہش یہی ہے تو چلے چلتے ہیں۔"

ہم ان کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ کار چل پڑی۔ ایسے میں اکبر دانشور بولے:

"کچھ سنا آپ لوگوں نے؟"

"کس بارے میں؟" میں نے چونک کر کہا۔

"سیٹھ امداد شاہ تو یاد ہوں گے آپ لوگوں کو۔" انہوں نے کہا۔

"بہت اچھی طرح۔" اخلاق جلدی سے بولا۔

"ان کے تینوں بچے بری طرح تباہ ہو گئے۔"

"ارے، وہ کیسے؟" ہم چاروں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"انہوں نے ریس کے گھوڑوں پر رقم لگانا شروع کر دیا تھا۔ اس جوئے کی عادت جڑ پکڑتی چلی گئی اور اتفاق ایسا ہوا کہ زیادہ تر وہ ہارتے ہی چلے گئے۔ ادھر کارخانوں میں دھول اڑنے لگی۔ مال غائب ہو گیا۔ ملازم ملازمت چھوڑ چھوڑ کر جانے لگے۔ آخر انہوں نے کارخانے اور زمینیں بیچ ڈالیں اور اس طرح جو رقم ان کے ہاتھ لگی، اس سے انہوں نے شاید اپنی زندگی کا آخری جوا کھیلا۔ اس امید پر کہ شاید اب داؤ سیدھا پڑ جائے۔ اب ان کا

گھوڑا جیت جائے اور ہاری ہوئی تمام رقم انہیں مل جائے، لیکن ان
کی قسمت تو شاید ان کا ساتھ بالکل چھوڑ چکی تھی۔ وہ آخری دار
بھی ہار گئے اور بالکل قلاش ہو گئے۔ لے دے کے اب ان
کے پاس وہ کوٹھی بچ گئی تھی، انہوں نے اسے بھی بیچ ڈالا اور جو
رقم ملی، اسے آپس میں تقسیم کر لیا۔ پھر ایک مکان کریم آباد میں
کرائے پر لے کر اس میں رہنے لگے۔ مکان کی جو رقم ان کے
ہاتھ لگی تھی، انہوں نے اس سے چھوٹے موٹے کام شروع کیے، لیکن
ہر کام میں انہیں نقصان ہی ہوتا چلا گیا۔ نتیجہ یہ کہ ایک دن وہ
رقم بھی ختم ہو گئی۔ سنا ہے، اب دونوں بھائی محنت مزدوری کرتے
پھرتے ہیں اور بہن گھر ہی رہ کر ان کے لیے روٹی پکاتی ہے۔
بس اب صرف یہ رہ گیا ہے۔"

"اوہ" ہمارے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ چھ ماہ پہلے ابا جان
نے جو الفاظ ادا کیے تھے، وہ پھر زور شور سے ہمارے کانوں میں
گونجنے لگے۔ انہوں نے کہا تھا، سیٹھ امداد شاہ کے بچوں نے باپ کے
ساتھ برا سلوک کر کے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ انہوں
نے اپنی آخرت تو خراب کر ہی لی، شاید دنیا بھی انہیں نہ مل سکے۔

ان کے الفاظ کس قدر درست ثابت ہوتے تھے۔ ہم کار کی
سیر سے پوری طرح لطف اندوز بھی نہ ہو سکے، کیونکہ ہم تو سیٹھ امداد شاہ
اور ان کے بچوں کے خیال میں ڈوب کر رہ گئے تھے اور اس دنیا کے

بارے میں غور کرنے لگے تھے۔ گھر پہنچ کر جب ہم نے ابا جان اور
امی جان کو یہ بات سنائی تو ابا جان فوراً بولے:

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اس دنیا میں پرسکون زندگی
صرف وہی لوگ گزارتے ہیں، جو اپنے ماں باپ کو کوئی تکلیف نہیں
دیتے۔"

ابا جان نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ان کی بات عملی طور پر درست
ثابت ہو چکی تھی۔ بہت دنوں تک یہ چیز ہمارے ذہنوں میں گونجتی
رہی۔

پھر چھ ماہ اور گزر گئے۔ ایک دن ہمارے دفتر کے سامنے
ایک لمبی سی کار آ کر رکی۔ ہم چونک کر سیدھے ہو گئے۔ چہروں پر
رونق دوڑ گئی۔ دل ہی دل میں ہم نے ایک دوسرے سے کہا:

"لو بھئی، کیس آ گیا۔ اور لمبی چوڑی رقم ساتھ لایا ہے؟"

پھر کار کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک آدمی ہاتھ میں
بریف کیس اٹھائے اترا۔ اس کے نقوش ہمیں جانے پہچانے سے لگے
اور جوں ہی وہ شخص دفتر میں داخل ہوا، ہم نے جان لیا کہ وہ
سیٹھ امداد شاہ ہیں۔

"ارے، یہ تو سیٹھ امداد شاہ ہیں۔" آفتاب کے منہ سے بے
آواز میں نکلا۔ ہم اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ہمارے [illegible] حیرت [illegible]
ہم نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ سیٹھ امداد شاہ سے

پھر بھی ملاقات ہوگی۔

"ہاں، آپ لوگوں نے بالکل ٹھیک پہچانا — اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ لوگوں کو اب تک یاد ہوں" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل، بھلا آپ بھی کوئی بھولنے والی چیز ہیں" جواب میں میں بھی ہنسا۔

"مجھے بھی یہی امید تھی کہ آپ لوگ مجھے بھولے نہیں ہوں گے۔"

"یہ کار کس کی ہے، اور آپ آئے کہاں سے ہیں، کس شہر میں رہ رہے ہیں آپ؟"

"کار میری اپنی ہے۔ دو ماہ پہلے ہی خریدی ہے اور میں ایک قریبی شہر میں ہی رہتا ہوں۔"

"یہ — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سیٹھ صاحب، یہ کار آپ کی ہے؟" آفتاب ہکلایا۔

"ہاں بھئی، یہ میری اپنی کار ہے۔ کسی سے مانگ کر نہیں لایا۔ آپ کو وہ تیری انگوٹھی تو یاد ہوگی۔ بس میں نے اسے فروخت کرکے ایک چھوٹا سا کام شروع کر دیا تھا — میں نے دن رات محنت کی — اس قدر محنت کی کہ صحت بھی خراب رہنے لگی، لیکن صرف ماہ میں میں نے اپنے کاروبار کو خوب چمکا لیا اور اب تو پورے ملک

میں میری مصنوعات گردش کر رہی ہیں۔ آپ کے گھر میں بھی ہوں گی۔"

یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے۔

"کیا مطلب، آپ کیا کاروبار کرتے ہیں؟" میں چونکا۔

"پلاسٹک کے برتن بنتے ہیں میرے ہاں — اور نام ہے امداد پلاسٹک انڈسٹری۔"

"اوہو، اس انڈسٹری کے برتن تو واقعی ہمارے گھر میں بھی موجود ہیں — واقعی آپ تو بہت خوب صورت برتن بناتے ہیں۔"

"یہ صرف میری ایمانداری اور سچی محنت کا صلہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا، یعنی صرف ایک سال میں میرے پاس اتنا کچھ جمع ہو گیا کہ اب کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں کمی محسوس ہوتی ہے، تو اس دنیا میں خلوص کی — اس دنیا کے لوگ بہت خود غرض ہیں، بہت ہی زیادہ خود غرض — نہ جانے ایسا کیوں ہے — ارے، میں بھی کن باتوں میں لگ گیا — میں تو دراصل آپ کو آپ کا معاوضہ ادا کرنے آیا تھا، جو میں ایک سال پہلے ادا نہیں کر سکتا تھا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں — معاوضہ تو آپ نے انگوٹھی کی صورت میں ادا کر دیا تھا" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"دراصل عدالت سے جس روز میں بری ہوا تھا تو گھر کا رخ کرتے ہوئے میں نے سوچا تھا کہ آپ لوگوں کو اور اکبر دانشور کو

پچاس پچاس ہزار روپے معاوضہ دوں گا، لیکن پھر حالات ہی بے
مخالف ہو گئے۔ ہوا کا رخ بدل گیا اور میں گھر سے تین انگوٹھیوں
کے سوا کچھ بھی نہ لا سکا، لیکن اب جب کہ حالات ایک بار پھر
میرے موافق ہیں اور ہوا نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا ہے
میں نے سوچا سب سے پہلے آپ لوگوں کا حق ادا کروں۔" یہ کہہ
کر انھوں نے بریف کیس کھولا اور اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں
نکالنے لگے۔

"سیٹھ صاحب، ہم پر یہ ظلم نہ کریں۔ پہلے ہی آپ نے ہمیں
بہت زیادہ معاوضہ ادا کر دیا ہے، بلکہ وہ انگوٹھی آپ کے اندازے
سے بھی دو ہزار روپے زیادہ میں بکی تھی۔ اب ہم اس رقم کے حق دار
ہرگز نہیں ہیں، جو آپ ہمیں دے رہے ہیں۔"

"نہیں بھئی، یہ رقم تو آپ لوگوں کو لینا ہی پڑے گی۔ یہی رقم
دینے کے لیے تو میں آیا ہوں۔"

"ہمارے ابا جان ہم پر بہت بگڑیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ
ہم صرف محنت کا جائز معاوضہ لیں۔ آپ تو پہلے ہی ہماری محنت
سے بہت زیادہ دے چکے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو، آپ کو یہ رقم لینا ہی ہوگی اور آپ کے بعد مجھے
راٹھور کے پاس جانا ہے۔ انھیں بھی پچیس ہزار روپے دینے ہیں۔"

"یہ تو آپ بہت زیادتی کریں گے۔"

"نہیں، کوئی زیادتی نہیں۔"

"دیکھیے جناب، آپ اس سلسلے میں ہمارے ابا جان سے
بات کر لیں۔ اگر انھوں نے منظور کر لیا تو ہم لے لیں گے۔" میں
نے کہا۔

"چلیے ٹھیک ہے۔ میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔"

ہم انھیں لے کر اندر پہنچے۔ ابا جان بھی سیٹھ صاحب کو
دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انھوں نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا،
پھر ساری بات انھیں تفصیل سے سنائی گئی اور معاملہ ان کے
سامنے رکھا گیا۔

"اب آپ ہی بتائیں۔ ہم پچیس ہزار روپے کی رقم کس
طرح حاصل کریں۔"

"یہ چاروں بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ان کا اس رقم
پر کوئی حق نہیں۔" ابا جان بولے۔ امی جان بھی ڈرائنگ روم
میں موجود تھیں۔ یہ سن کر ان کا منہ بن گیا۔

"کچھ بھی کہیے، میں یہ رقم دے کر ہی جاؤں گا۔" سیٹھ صاحب
بلند ہو کر بولے۔

"خیر، ہم لے لیتے ہیں، لیکن اسے اپنے استعمال میں نہیں
لیں گے۔ فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کر دیں گے۔" ابا جان
بولے۔

"مگر کیسے؟" ان کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

"انہوں نے گھوڑوں کی ریس میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور حصہ بھی اتنی شدت سے لیا کہ چھ ماہ میں ہی آپ کی ساری جمع پونجی ہار گئے۔ کارخانہ بک گیا، پھر کوٹھی بیچ کر انہوں نے کئی کام کیے، لیکن ہر کام میں انہیں نقصان ہی ہوتا چلا گیا۔ اب وہ کرائے کے ایک مکان میں رہتے ہیں۔ آپ کے دونوں بیٹے محنت مزدوری کرتے ہیں اور ان کی بہن گھر کا کام کاج کرتی ہے، لیکن یہ چھ ماہ پہلے کی خبریں ہیں۔ اب ان کا کیا حال ہے، وہ کن حالات سے گزر رہے ہیں، ہمیں نہیں معلوم۔ شاید اکبر راٹھور صاحب کو معلوم ہو۔"

سیٹھ امداد شاہ سکتے کے عالم میں رہ گئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھتے رہے، پھر بولے:

"اور کرائے کا مکان کہاں ہے؟"

"سنا ہے، کریم آباد میں ہے۔" میں نے کہا۔

سیٹھ امداد شاہ پھر سوچ میں ڈوب گئے، پھر وہ آہستہ آہستہ کرسی سے اٹھے۔ اس طرح جیسے خواب میں اٹھ رہے ہوں۔ انہوں نے ہم پر ایک نظر ڈالی۔ ان کے ہونٹ ہلے۔ ہم نے سنا وہ بڑبڑانے کے انداز میں کہہ رہے تھے:

"وہ ـــ وہ میرے بچے ہیں، میرے لخت جگر ہیں۔ میں یہ کس

"جو جی چاہے کریں ـــ مجھے کوئی اعتراض نہیں ـــ بہت بہت شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ارے ارے، بیٹھیے نا ـــ چائے تو پی کر جائیں۔" آفتاب نے انہیں اٹھتے دیکھ کر کہا۔

"جی نہیں، میں بہت جلدی میں ہوں۔ ابھی مجھے واپس بھی پہنچنا ہے۔"

"کیا آپ اپنے بچوں سے نہیں ملیں گے؟" اچانک اشفاق کے منہ سے نکل گیا۔

"ان سے مل کر کیا کروں گا ـــ اب وہ میری دنیا سے نکل چکے ہیں ـــ میرا ان کا رشتہ ختم ہو چکا ہے۔" انہوں نے سرد آہ بھری۔

"شاید آپ نے ان کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔" میں نے غمگین آواز میں کہا۔

"کیا نہیں سنا؟ انہیں کیا ہوا؟" وہ چونک کر بولے۔

"کوئی اچھی خبر نہیں ہے، آپ پسند کریں تو بتا دیتا ہوں۔"

"میں ان کے بارے میں ہر خبر سننے کو تیار ہوں۔ مجھے کوئی دکھ نہیں ہوگا۔" انہوں نے کہا۔

"تو پھر سنیے، آپ کے یہاں سے جانے کے چھ ماہ بعد ہی ان کا کاروبار ختم ہو گئے تھے ـــ سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔"

طرح برداشت کر سکتا ہوں کہ تنگ دستی میں دن گزاریں۔ نہیں نہیں، میں ابھی ان کے پاس جاتا ہوں۔ ہاں، اکبر راٹھور سے بعد میں مل لوں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ مڑے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ ہم انہیں جاتے دیکھتے ہی رہ گئے۔ پھر وہ کار میں بیٹھے اور ان کی کار جلد ہی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی، لیکن ہم ابھی اسی طرح ساکت اور جامد بیٹھے تھے، یوں جیسے پتھر کے ہو گئے ہوں۔

اشتیاق احمد
بھرپور ناول
اس ماہ کے ناول
گذشتہ ماہ کے ناول
اشتیاق پبلی کیشنز
نصیر آباد ۔ مغل پورہ ۔ شاد باغ لاہور ۔ فون ۳۲۱۵۲۴۷
برانچ آفس
بازار روڈ ۔ جھنگ صدر ۔ فون ۳۲۹۵۱